اخبار احمدیہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تا حال سندھ میں تشریف فرما ہیں حضور اقدس کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع ربوہ سے موصول نہیں ہوئی احباب اپنے آقا کی صحت و عافیت اور مقاصد عالیہ میں کامیابی کیلئے دعائیں جاری رکھیں

یہ خبر نہایت مسرت سے شائع کی جاتی ہے کہ صاحبزادہ میر محمد احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے پہلا فرزند عطا فرمایا۔ مولود مسعود حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے مدظلہ العالی کا نواسہ اور حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ کا پوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولود کو لمبی عمر پانے والا۔ سلسلہ کا خادم اور خاندان کا چشم و چراغ بنائے۔ آمین ٭

جلد ۲ | ۱۴ ظہور ۱۳۳۲ ہش - ۱۰ ذوالحجہ ۱۳۷۲ھ - مطابق ۲۱ اگست ۱۹۵۳ء | نمبر ۳

قادیان میں یوم آزادی کی تقریب

قادیان مورخہ ۱۵ اگست آج یوم آزادی کی تقریب میں قادیان کے احمدی احباب نے اپنی روایات کے مطابق پوری دلچسپی اور انہماک سے حصہ لیا۔ سب درویش ساڑھے سات بجے مدرسہ احمدیہ کے صحن میں اکٹھے ہوئے اور وہاں سے تین حصوں میں تقسیم ہو کر تین جھنڈوں کے ماتحت جلوس کی شکل میں روانہ ہوئے۔ جھنڈوں پر نہایت موزون الفاظ اور اشعار لکھے ہوئے تھے۔ جن میں ایک سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ شعر تھا:۔

"مجھے بیر ہرگز نہیں ہے کسی سے
میں دنیا میں سب کا بھلا چاہتا ہوں"

ایک جھنڈے پر یہ شعر لکھا ہوا تھا:۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم۔ وطن ہے ہندوستان ہمارا

جلوس مولوی برکت علی صاحب جنرل سکرٹری اور چوہدری سکندر خان صاحب مینیجر سکرٹری امور عامہ کے انتظام کے ماتحت نعرہ ہائے تکبیر اور قومی اور ملکی نعرے لگاتا ہوا احاطہ سکھاں میں آٹھ بجے صبح پہنچا۔ جہاں پر تقریباً ۹ بجے سردار دریام سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ کانگرس پریذیڈنٹ نے جھنڈا لہرانے کی رسم ادا کی۔ اور مختصر تقریر بھی فرمائی۔ ایک تقریر لالہ بہاری لال صاحب نندا ایڈووکیٹ گورداسپور نے کی۔ جس میں جن سنگھ اور پرجا پریشد وغیرہ تحریکات کی مذمت کی۔

جماعت کی طرف سے عطاء الرحمن صاحب خباسی نے آزادی کے متعلق ایک نظم خوش الحانی سے پڑھی۔ اور مرزا برکت علی صاحب آف آبادان کے چھوٹے بچے عزیز حسنات احمد بعمر ۶ سال نے ڈاکٹر سر اقبال کی مشہور نظم جس کا مطلع

"سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا"

ہے۔ خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی لالہ بہاری لال صاحب نندا اس نظم کے پڑھے جانے سے بہت ہی محظوظ ہوئے اور بچے کو ایک روپیہ بطور انعام دیا۔

جلسہ میں حاضری گذشتہ سالوں کی طرح زیادہ تر احمدیوں کی ہی تھی۔ دوسری پبلک نے زیادہ دلچسپی نہ لی۔ بازار میں تمام دکانیں بھی اس دوران میں بدستور کھلی رہیں۔

اختتام جلسہ پر سردار دریام سنگھ صاحب کے اعزاز میں مقامی کانگرس کمیٹی نے دعوت چائے دی۔ جس میں جناب مولوی عبد الرحمن صاحب فاضل ناظر اعلےٰ اور جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی۔ اے ناظر امور عامہ بھی شامل ہوئے۔

میونسپل کمیٹی میں سات بجے۔ کے قریب جھنڈا لہرانے کی رسم ڈاکٹر کیدار ناتھ صاحب پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی نے ادا کی۔ باقاعدہ جلوس صرف احمدیوں کا نکلا۔

خدا تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے ملک کو ترقی کرنے اور اہل ملک کو اپنی ذمہ داریاں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سکھوں کے گوردوارے

اور

اسلامی مساجد

قابل توجہ حکومت

یہ امر خوشی کا باعث ہے کہ حکومت ہندوستان کی کوشش سے پاکستان میں واقعہ سکھ گوردواروں کی حفاظت اور احترام کے متعلق زیادہ توجہ پیدا ہوگئی ہے۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ اس نزاعی مسئلہ کے حل ہونے کے بعد دونوں ملکوں کے تعلقات میں کشیدگی کی ایک بڑی وجہ دور ہو جائیگی۔

جہاں تک مغربی پنجاب کے گوردواروں اور سکھوں کے مقدس مقامات کا تعلق ہے اس بارہ میں سکھ یاتریوں کی طرف سے جو اطلاعات اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت مغربی پنجاب پہلے ہی ان مقدس عبادت گاہوں کی حرمت اور حفاظت کا انتظام کئے ہوئے ہے۔ یہاں تک کہ شہید گنج لاہور کا گوردوارہ جو ایک عرصہ سے مسلمانوں اور سکھوں میں مابہ النزاع چلا آتا ہے اور مسلمان اس کو مسجد قرار دیتے ہیں۔ اس کی بھی پوری حفاظت کا انتظام ہے۔ اسی طرح مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کی سمادھی اور متعلقہ عمارت پہرہ داروں کی حفاظت میں ہے۔ لائلپور کا خوبصورت گوردوارہ۔ سرگودھا کا قیمتی اور خوبصورت گوردوارہ بھی بالکل محفوظ اور قابل استعمال ہے۔ نیز ننکانہ صاحب۔ پنجہ صاحب کے گوردوارے بھی خود سکھ صاحبان کے متعدد بیانات کے مطابق محفوظ ہیں۔

یہ حالت یقیناً اطمینان بخش ہے۔ اور ہماری یہ انتہائی آرزو ہے۔ کہ اگر اس ضمن میں پاکستان کی حکومت یا عوام سے کسی قسم کی بے توجہگی ہوئی ہے تو اس کو بھی دور کیا جائے تاکہ اسلامی رواداری کا صحیح رنگ میں مظاہرہ ہو۔

یہ تحریر کر دینا بھی ضروری ہے کہ رواداری اسی صورت میں مفید اور کار آمد ہو سکتی ہے۔ جبکہ دونوں طرف سے ہو۔ بے شک سکھ گوردواروں اور مقدس مقامات کی حفاظت اور حرمت سکھ بھائیوں کے دلوں میں اطمینان اور محبت کا جذبہ پیدا کر سکتی ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کے دل بھی تبھی مطمئن ہوسکتے ہیں۔ کہ مشرقی پنجاب میں اسلامی مساجد اور زیارت گاہوں کی حرمت اور عزت کا اسی طرح خیال رکھا جائے۔ اور اس بارہ میں حکومت ہندوستان اور ہندو اور سکھ بھائی پوری توجہ سے کام لیں۔

جہاں تک مشرقی پنجاب کے دوسرے شہروں کے مقدس مقامات۔ زیارت گاہوں اور مساجد کی بے حرمتی اور نقصان کا تعلق ہے ہم سر دست اس کے ذکر کو چھوڑتے ہوئے صرف قادیان کی مساجد کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں قادیان احمدیہ جماعت کا مقدس مرکز ہے۔ اور اس کی مساجد اور دوسرے مقدس مقامات کے ساتھ خاص طور پر تمام دنیا میں پھیلے ہوئے احمدیوں کے جذبات الفت ہیں۔ یہاں کی جملہ مساجد حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ یا آپ کے خلفائے عظام کی مقدس یادگاریں ہیں۔ اور ان کی ہر ایک اینٹ احمدیہ نقطۂ نگاہ سے متبرک اور مقدس ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ سوائے اس حلقہ کی مساجد اور مقدس مقامات کے جس میں احمدی بود و باش اختیار کئے ہوئے ہیں باقی محلہ جات کی مساجد میں سے بہت سی بے حرمتی کا شکار ہو رہی ہیں۔ کئی مساجد کو متواتر صاف اور بند کیا جاتا ہے۔ لیکن پبلک کا نا اہل حصہ بار بار ان کو پاخانہ اور دوسری گندگیوں سے ناپاک کر دیتا ہے۔ ایک مسجد جو محلہ دار الرحمت کی مسجد ہے اور جس کو جماعت کے انتظام کے ماتحت حرمت کی وجہ بالکل بند کر دیا گیا تھا مندر میں تبدیل کی جا چکی ہے اور اس میں مورتیاں رکھی ہوئی ہیں۔ بعض مساجد کی چھتیں اور دروازے اکھاڑے جا چکے ہیں۔ اور گوبر کے اُپلے دیواروں پر چپاں کئے ہوئے ہیں۔ باوجود اس بے حرمتی کے نہ تو پبلک کو خیال ہے اور نہ ہی حکومت اس کے ازالہ کے لئے کوئی توجہ کر رہی ہے۔

قادیان میں بیرونی دنیا۔ کے زائرین اکثر آتے جاتے رہتے ہیں۔ اور جلسہ سالانہ پر جو ماہ دسمبر میں ہوتا ہے سینکڑوں کی تعداد میں اس مقدس مرکز میں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ وہ ان مساجد اور مقدس مقامات کو اس بے حرمتی کی حالت میں دیکھ کر سخت تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ اور اس طرح نہ صرف ہمارے عوام کی بدنامی ہوتی ہے۔ بلکہ حکومت بھی ہدفِ اعتراض بنتی ہے۔

ان حالات میں ہم حکومت سے با ادب درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ کم از کم قادیان کے مقدس مقامات اور مساجد کی جو عین الاتو ز نقدس کے حامل ہیں۔ حرمت اور حفاظت کا پورا پورا انتظام کرے۔ اور اس طرح اپنی سیکولر پالیسی کو عملی رنگ میں اجاگر کرے۔ اس سے انشاء اللہ رواداری اور فراخدلی کی ایک بہترین لہر دونوں ملکوں میں پیدا ہوگی۔ اور حکومت اور عوام کی فرض شناسی کا بھی عمدہ نمونہ ہوگا۔

بھائی عبد الرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ہما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

ہفت روزہ بدر — قادیان — مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۵۲ء

عید قربان
اور
ہمارے لئے چند سبق!

اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک بہت بڑا رکن حج بیت اللہ ہے۔ جس کی ادائیگی کے لئے ہر صاحب استطاعت مسلمان خدا تعالیٰ کے نام پر بنے ہوئے گھر کی زیارت کے لئے عاشقانہ طریق پر اپنے گھر سے نکل کھڑا ہوتا ہے۔ اور ذوالحجہ کی مقررہ تاریخوں پر مقامات مقدسہ کی زیارت کرتا اور مسنون احکام بجا لاتا ہے۔

بالآخر ۹ ذوالحجہ کو مناسک حج ادا ہو چکنے پر ۱۰ یا ۱۱ یا ۱۲ ذوالحجہ کو منیٰ میں قربانی کرتا ہے۔ جو تصویری زبان میں اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ کہ گویا میں اپنے خدا کی طلب اور اُس کی رضا کے حصول کے لئے اُس کے مقدس مقامات میں آیا تھا۔ اب میں اپنے نفس کی ناقہ کو بھی اُس طرح قربان کرنے کو تیار ہوں جس طرح کچھ قیمت سے خریدی ہوئی قربانی میں نے اُس کے مقرر کردہ طریق پر ذبح کر دی ہے۔ اور میری روح اُس کے آستانہ پر ہر آن ذبح ہونے کو تیار ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم کا خلاصہ ہی قربانی ہے جس نے اُس کے اصل مفہوم اور روح کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا اور اس کے مطابق اپنے اعمال کو ڈھال لیا وہ اصل مقصد کو پا گیا۔ اور جس نے اس سے منہ موڑا خواہ ہزار بکرے ذبح کر ڈالے اور سینکڑوں قربانیاں کرے۔ اسے کا چنداں فائدہ نہیں۔

چنانچہ اسی اسلامی قربانی کے فلسفہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خطبہ الہامیہ میں اس بات کو نہایت ہی عمدہ اور جامع طور پر بیان کیا گیا ہے۔ خطبہ کی عربی عبارت کا اردو ترجمہ یہ ہے:-

"یہ کام (یعنی قربانی کرنے کا) ہمارے دین میں اُن کاموں میں سے شمار کیا گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا موجب ہوتے ہیں اور اُس سواری کی طرح یہ سمجھے جاتے ہیں۔ کہ جو اپنی سیر میں بجلی سے مشابہ ہو جس کو بجلی کی چمک سے مماثلت حاصل ہو۔ اور اسی وجہ سے ان ذبح ہونے والے جانوروں کا نام قربانی رکھا گیا ہے۔ کیونکہ حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ قربانیاں خدا تعالیٰ کے قرب اور ملاقات کا موجب ہیں اس شخص کے لئے جو قربانی کو اخلاص اور خدا ترسی اور ایمانداری سے ادا کرتا ہے اور یہ قربانیاں شریعت کی بزرگ تر عبادتوں میں سے ہیں اور اسی لئے قربانی کا نام عربی میں نسیکہ ہے اور نسک کا لفظ عربی زبان میں فرمانبرداری اور بندگی کے معنوں میں آتا ہے۔ اور ایسا ہی یہ لفظ ان جانوروں کے ذبح کرنے پر بھی زبان مذکور میں استعمال ہوتا ہے جن کا ذبح کرنا مشروع ہے۔ پس یہ اشتراک کہ جو نسک کے معنوں میں پایا جاتا ہے قطعی طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حقیقی پرستار اور سچا عابد وہی شخص ہے جس نے اپنے نفس کو مع اس کی تمام قوتوں اور مع اس کے اُن محبوبوں کے جن کی طرف اس کا دل کھینچا گیا ہے۔ رب کی رضا جوئی کے لئے ذبح کر ڈالا ہے۔ اور خواہش نفسانی کو دفع کیا۔ یہاں تک کہ تمام خواہشیں پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں .... یہی اسلام کے معنے ہیں۔ اور یہی کامل اطاعت کی حقیقت ہے۔ مسلمان وہ ہے جس نے اپنا منہ ذبح ہونے کے لئے خدا تعالیٰ کے آگے رکھ دیا ہوا اور اپنے نفس کی اونٹنی کو اس کے لئے قربان کر دیا ہو۔ اور ذبح کے لئے پیشانی کے بل اس کو گرا دیا ہو اور موت سے ایک دم غافل نہ ہو۔"

اسی طرح ایک اور مقام میں آپ فرماتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ نے شریعت اسلام میں بہت سے ضروری احکام کے لئے نمونے قائم کئے ہیں۔ چنانچہ انسان کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنی تمام قوتوں کے ساتھ اور اپنے تمام وجود کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو۔ پس ظاہری قربانیاں اسی حالت کے لئے نمونہ ٹھہرائی گئی ہیں لیکن اصل غرض یہی قربانی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤها ولکن یناله التقوٰی منکم یعنی خدا کو تمہاری قربانیوں کا گوشت نہیں پہنچتا اور نہ خون پہنچتا ہے مگر تمہاری تقویٰ اس کو پہنچتی ہے۔ یعنی اُس سے اتنا ڈرو کہ گویا اُس کی راہ میں مر ہی جاؤ۔ اور جیسے تم اپنے ہاتھ سے قربانیاں کرتے ہو اسی طرح تم بھی خدا کی راہ میں ذبح ہو جاؤ۔ جب کوئی تقویٰ اس درجہ سے کم ہے تو ابھی وہ ناقص ہے۔"

(چشمہ معرفت ص۹۱ حاشیہ)

پس یہ مبارک دن جو ہر سال ہر مسلمان پر آتا ہے وہ اسے یہی سبق سکھانے آتا ہے کہ تم نے خدا کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہنا ہے۔ اور اپنی روح کی پاکیزگی کی طرف ہر وقت متوجہ رہنا ہے اپنے نفس کی فخر بھی چھوڑ کر تذلل و انکسار اختیار کرنا ہے۔

آج دنیا ایک خطرناک اور تند سیلاب میں بہتی جا رہی ہے۔ لیکن ایک حقیقی اور سچے مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ایسے نازک دور میں اپنے گرد و پیش کا جائزہ لے پہلے خود کو پکا مسلمان بنائے پھر اپنے عزیز و اقارب اور تعلقداروں کو اپنے رنگ میں رنگین کرے اپنے اندر وہ اسلامی اخلاق پیدا کرے جن سے ایک زمانہ پیشتر دنیا فائدہ اٹھا چکی ہے۔ کیونکہ کسی قوم کو قعر مذلت سے نکالنے کے لئے اخلاق فاضلہ کے زیور سے آراستہ ہونا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دوربین نگاہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود باجود کو اخلاق فاضلہ کا وہ اعلیٰ نمونہ پایا جن کا تجربہ کرتے ہوئے وہ اس نتیجہ پر پہنچ گئیں۔ کہ ایسے اوصاف کا مالک کبھی بھی ضائع نہیں ہوتا۔ پس اگر آج ہم بھی دنیا میں کچھ انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ہم میں سے ہر مسلم اسلامی اخلاق کا آئینہ دار ہو اُس کے اندر اسلامی امانت دیانت اور تقویٰ و طہارت اور صدق و صفا بالکل اس رنگ میں پایا جائے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں پایا جاتا تھا۔ کہنے کو تو یہ آسان ہے مگر میدان عمل میں بڑی مشکلات کا سامنا ہے۔ پس اس کے لئے بھی بڑی قربانی کی ضرورت ہے۔ اور یہی سبق ہے جو آج عید قربان ہمیں سکھانے آئی ہے۔ ورنہ بکریوں اور بھیڑوں وغیرہ کے ذبح کر دینے اور زرق برق لباس زیب تن کر لینے اور اعلیٰ و نفیس کھانے کھا لینے (باقی صفحہ ۱۱ کالم ۳ دیکھیں)

(باقی صفحہ ۱۱ کالم ۳ دیکھیں)

مکتوب گرامی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے ربوہ

ربوہ
۹-۸-۵۲

ایہا الاحباب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

"آپ کو معلوم ہو گا کہ حکومت پنجاب (مغربی) نے گزشتہ فسادات کی تحقیق اور چھان بین کے لئے ہائیکورٹ پنجاب کے دو ججوں پر مشتمل ایک کمیشن مقرر کیا ہے۔ تا ان فسادات کی ذمہ داری معین کی جا سکے وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ یہ ایک نہایت اہم سوال ہے اور اس میں مخالفین کی طرف سے کئی فتنے پیدا کئے جا سکتے ہیں۔ بلکہ پیدا کئے جا رہے ہیں۔ اور جماعت احمدیہ کو سراسر مظلوم ہوتے ہوئے ظالم قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس لئے دوستوں کو آجکل خصوصیت کے ساتھ دعاؤں پر زور دینا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس مرحلہ کو خیر و خوبی اور کامیابی کے ساتھ گذار دے۔ اور مخالفین اپنی ناپاک کوششوں میں خائب و خاسر ہوں۔

نیز یہ بھی دعا کی جائے کہ ہماری طرف سے جو دوست یعنی وکلاء اور علماء وغیرہ اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ روح القدس سے ان کی خاص نصرت فرمائے اور انہیں اس رستہ پر قدم زن ہونے کی توفیق دے۔ جو دنیا و آخرت میں فلاح اور کامیابی کا رستہ ہے۔ اور جج صاحبان کے لئے یہ دعا کی جائے کہ خدا تعالیٰ انہیں اس معاملہ میں اصل حقیقت تک پہنچنے اور جماعت احمدیہ کی مظلومیت اور اس کے طریق کار کی صداقت کو آشکار کرنے کی توفیق عطا کرے۔ وھو مصرف القلوب و علیہ توکلنا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔

(مرزا بشیر احمد)

خطبہ جمعہ

جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر سنجیدگی سے ایمان نہیں لاتا اس کے سارے کام بے حقیقت ہو جاتے ہیں

اگر تم نیکیوں میں ترقی کرنا اور خدا تعالیٰ کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کرنا چاہتے ہو تو حلال اور طیب رزق حاصل کرنے کی کوشش کرو

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۷ر جولائی ۱۹۵۳ء بمقام ناصر آباد سندھ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

دنیا میں سب چیزوں سے زیادہ اہم اور سب چیزوں سے زیادہ ضروری شے قابل انسان کی سنجیدگی ہوتی ہے۔ جب تک انسان میں سنجیدگی نہ ہو اس وقت تک انسان کے کسی کام پر اعتبار ہو سکتا ہے نہ بھروسہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی اس کا کوئی نتیجہ نکل سکتا ہے۔

خدا تعالیٰ کی ذات

کتنی اہم اور کتنی مقدم ہے۔ ساری کائنات کا وہ پیدا کرنے والا ہے۔ ساری ہستیاں اس کی محتاج ہیں۔ اور سارے کام اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ پر سنجیدگی سے ایمان نہیں لاتا۔ اور اس کی ذات اس کے سامنے ہر وقت حاضر نہیں رہتی۔ تو اس کے سارے کام بے حقیقت ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے رسول کتنی شان کے مالک ہیں۔ اور رسالت کتنی اہم چیز ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص رسالت کے ساتھ بھی سنجیدگی سے تعلق نہیں رکھتا۔ تو

رسالت پر ایمان

لانا اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ چنانچہ دیکھو صحابہؓ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے تھے۔ اور آجکل کے مسلمان بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔ جہاں تک زبان کا سوال ہے۔ وہ بھی لا الٰہ الا اللہ سے بڑھ کر کچھ نہیں کہتے تھے۔ اور آجکل کے مسلمان بھی لا الٰہ الا اللہ سے کچھ کم نہیں کہتے۔ مگر باوجود اس کے ان کو لا الٰہ الا اللہ نے جس مقام پر پہنچا دیا تھا۔ اس مقام پر آجکل کا مسلمان لا الٰہ الا اللہ کہہ کر نہیں پہنچا۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ لا الٰہ الا اللہ میں کوئی نقص ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کا نقص نہیں بلکہ اس سنجیدگی کا نقص ہے جو مسلمانوں میں مفقود ہو چکی ہے۔ وہ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں۔ مگر سنجیدگی سے اس پر ایمان لانے اور ہر چیز پر لا الٰہ الا اللہ کو مقدم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ وہ ہر دوسری چیز کو لا الٰہ الا اللہ پر مقدم کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ

ذاتی فوائد کے حصول کے لئے

اپنا ایمان بیچنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے اخلاق بیچنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنی دیانت بیچنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنا حسب نسب بیچنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے عزیز ترین وجود بیچنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اپنی قوم اور اپنی ملت بیچنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ غرض ذاتی طور پر انہیں جو فوائد بھی نظر آتے ہوں۔ ان کے لئے وہ اپنی ہر چیز بیچنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ لا الٰہ الا اللہ پر سنجیدگی سے ایمان نہیں رکھتے۔ وہ عقیدۃً لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہیں۔ اور اسے مانتے ہیں مگر محض اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک انسان اپنی

عملی زندگی

بھی اس کے مطابق ڈھالنے کے لئے تیار نہ ہو۔ آجکل ایک طرف تو احرار کی طرف سے یہ شور مچایا جاتا ہے۔ کہ جو احمدی ہو اسے مار دو اور لوٹ لو اور قتل اور رفع دفع کرو۔ اور دوسری طرف انہی لوگوں میں سے بعض کی طرف سے مہینہ میں ایک دفعہ۔ بعض دفعہ ہر پندرھویں دن اور بعض دفعہ ہفتہ بلکہ بعض دنوں میں دو دو تین تین خط مجھے اس قسم کے آجاتے ہیں کہ ہم احمدی ہونے کے لئے تیار ہیں۔ آپ ہمیں یہ بتائیں۔ کہ اگر ہم احمدی ہو گئے۔ تو آپ ہمیں کیا دیں گے۔ گویا دوسرے لفظوں میں وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم اپنے عقیدہ کو چند پیسوں پر بیچنا چاہتے ہیں۔ اس قسم کے خط لکھنے والے بعض دفعہ اچھے اچھے خاندانوں میں سے ہوتے ہیں بعض دفعہ وہ علماء کی اولاد میں سے ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ وہ فقہاء کی اولاد میں سے ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ وہ انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں کی اولاد میں سے ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ وہ قومی کارکنوں کی اولاد میں سے ہوتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود وہ ہمیں یہ لکھنا کوئی معیوب نہیں سمجھتے۔ کہ اگر ہماری تعلیم کا انتظام کر دیا جائے یا ہماری ملازمت کا انتظام کر دیا جائے یا ہماری شادی کا انتظام کر دیا جائے تو ہم احمدی ہونے کے لئے تیار ہیں۔ ہم تو ایسے لوگوں کو یہ جواب دے دیا کرتے ہیں کہ

مذہب بیچا نہیں جاتا

آپ لوگ مذہب کو بیچنا چاہتے ہیں۔ اور ہم میں اسے خریدنے کی طاقت نہیں۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ لکھنے والے کو یہ جرأت ہوتی کیوں ہے۔ ایک لکھنے والا جب لکھتا ہے کہ میں آپ کے مذہب میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ آپ اس کے بدلہ میں مجھے کیا دیں گے۔ تو میں سمجھتا ہوں اگر اس میں ذرا بھی سنجیدگی ہوتی۔ تو یہ الفاظ لکھتے وقت اس پر فالج گر جاتا۔ یا اس کا دل بند ہو جاتا۔ اور اس میں ذرا بھر بھی ایمان ہوتا۔ تو وہ یہ خیال بھی اپنے دل میں نہ لاتا کہ مذہب کو دوسرے کے پاس بیچا جا سکتا ہے۔ اب خواہ یہ مولویوں کے ورغلانے کا نتیجہ ہو یا کسی کے اپنے ہی

ایمان کی کمزوری

اس کا باعث ہو۔ بہرحال وہ اتنا بڑا فقرہ اپنے خط میں لکھتا ہے۔ کہ میں مذہب اور عقیدہ کا پابند ہوں وہ ہے تو سچا لیکن اگر آپ میری تعلیم کا انتظام کر دیں۔ یا میری نوکری کا انتظام کر دیں۔ تو میں اپنے عقیدہ اور مذہب کو چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ اس زمانہ میں لوگ ایمان کا تو دعوے کرتے ہیں۔ لیکن ان کے ایمانوں میں سنجیدگی نہیں پائی جاتی۔ ذرا جرح کرو تو وہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ ارے ہے کیا۔ اس میں تو بیہودگی ہے۔ یوں شاید

اسلام زندہ باد کے نعرے

لگاتے ہیں وہ سب سے آگے آگے ہوں۔ لیکن پرائیویٹ ملاقات ہو تو کہتے ہیں کہ اصل چیز تو یہی ہے۔ پھر ہر ایک کے دو دو تین تین مذہب ہوتے ہیں۔ زبان کا مذہب اور ہوتا ہے۔ اور جذبات کا مذہب اور ہوتا ہے۔ پھر خلوت کا مذہب اور ہوتا ہے اور جلوت کا مذہب اور ہوتا ہے۔

دوستوں کی مجلس

میں بیٹھتے ہیں۔ تو بے تکلفی سے مذہب پر ہنسی اور تمسخر اڑانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور جب باہر جلسوں میں جاتے ہیں۔ تو لگے پھاڑ پھاڑ کر مذہب کی تائید میں تقریریں کرنا شروع کر دیتے ہیں جب وہ سوچتے اور غور کرتے ہیں۔ تو انہیں

مذہب کی تعلیم

پر قسم قسم کے اعتراضات نظر آنے لگتے ہیں۔ اور جب جذبات کا سوال آتا ہے۔ تو ان کی ساری محبت اپنے بیوی بچوں اور روپیہ کی طرف چلی جاتی ہے۔ خدا اور اس کے رسول کی طرف نہیں جاتی۔ گویا جس طرح آجکل کئی کئی کپڑوں کے جوڑے اور کئی کئی بوٹ خریدنے کا رواج ہے۔ اسی طرح ان کی خلوت کا مذہب اور ہوتا ہے اور ان کی جلوت کا مذہب اور ہوتا ہے۔ اور

کے فکر کا مذہب اور ہوتا ہے۔ ان کے جذبات کا مذہب اور ہوتا ہے۔ اور ان کے خیالات کا مذہب اور ہوتا ہے۔ لیکن

حقیقی مذہب

ان ساری چیزوں پر حاوی ہوتا ہے۔ اور جب انسان اُسے قبول کرتا ہے۔ تو اس کے خیالات بھی اس سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ اس کے جذبات بھی اس سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ اس کے افکار بھی اس سے متاثر ہو جاتے ہیں اور اس کے اذکار بھی اس سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ اس کی خلوت بھی اس کے تابع ہوتی ہے۔ اور اس کی جلوت بھی اس کے تابع ہوتی ہے۔ اور وہ جہاں بھی ہو۔ اور جس حالت میں بھی ہو۔ اس عقیدہ اور مذہب کے تابع رہتا ہے۔ اور کبھی اسے ترک کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ خواہ اُسے مار دیا جائے۔ گذشتہ شورش میں بعض جگہ ہماری جماعت کی مستورات نے ایسی بہادری دکھائی کہ جب شرارتی عنصر نے انہیں پکڑا۔ اور احمدیت سے منحرف کرنا چاہا۔ تو انہوں نے کہا کہ تم ہمیں مار دو ہمیں اس کی پرواہ نہیں۔ بلکہ اگر تم ہمارے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ تب بھی ہمیں خوشی ہے کیونکہ ٹکڑے ٹکڑے ہی

خدا تعالیٰ کی رحمت کے مستحق

ہوں گے۔ لیکن اس کے مقابل میں بعض ایسے مرد بھی تھے۔ جنہوں نے بزدلی دکھائی۔ اور کمزوریٔ ایمان کا اظہار کیا۔ اگر وہ احمدیت کو جھوٹا سمجھ کر چھوڑ جاتے۔ تو ہمارے لئے اس میں کوئی رنج کی بات نہیں تھی۔ ہر شخص اپنی نجات کا آپ ذمہ دار ہے۔ اگر ایک شخص دیانتداری سے سمجھتا ہے کہ شیعیت میں میری نجات ہے۔ احمدیت میں نہیں تو وہ ہر وقت آزاد ہے کہ احمدیت کو چھوڑ دے اور شیعیت کو اختیار کرے۔ اس سے نہ کوئی جماعت اسے روک سکتی ہے۔ نہ کوئی قوم اسے روک سکتی ہے۔ اور نہ کوئی حکومت اسے روک سکتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص سمجھتا ہے کہ خارجیت میں میری نجات ہے۔ تو اس کا فرض ہے کہ وہ خارجیت قبول کرے۔ اور احمدیت کو ترک کر دے۔ یا اگر ایک شخص یہ سمجھتا ہے کہ حنفی جو کچھ کہتے ہیں وہ درست ہے۔ تو اس کا دیانتداری کے ساتھ فرض ہے کہ وہ حنفی بن جائے۔ یا اگر کوئی حنفی یہ سمجھتا ہے۔ کہ اہلحدیث جو کچھ کہتے ہیں۔ وہ درست ہے۔ تو اس کا فرض ہے کہ وہ حنفیت کو چھوڑ دے اور اہلحدیث بن جائے۔ یا اگر کوئی اہلحدیث یہ سمجھتا ہے کہ حنفی سچائی پر ہیں۔ تو اس کا فرض ہے۔ کہ وہ فرقہ اہلحدیث کو چھوڑ دے۔ اور حنفیت اختیار کرے۔ لیکن جو شخص اس خیال سے کسی مذہب کو چھوڑتا ہے۔ کہ اگر میں اس پر قائم رہا۔ تو لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔ تو وہ جس طرح ایک جگہ بے ایمان رہا۔ اسی طرح دوسری جگہ بھی بے ایمان رہے گا۔ اس کا نہ یہاں اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ وہاں اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ اور درحقیقت ایسا ہی کرتا ہے۔ جس نے مذہب کو سارن چیزوں پر مقدم نہیں کیا ہوتا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اس بارہ میں مومنوں کو

ایک اصولی ہدایت

دیتا ہے اور فرماتا ہے۔ یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً۔ یعنی یہ مقام کہ انسان ہر قسم کے تزلزل سے بچ جائے اور اسے روحانیت اور مذہب پر ثبات حاصل ہو جائے۔ حلال کھانے کے نتیجہ میں حاصل ہوتا ہے۔ اگر تم حلال کھاؤ گے۔ تو اس کے نتیجہ میں لازمی طور پر تمہیں عمل صالح کی توفیق ملے گی جس طرح آج کل کمیونزم نے یہ بات نکالی ہے۔ کہ سارا دھندا پیٹ کا ہے۔ چنانچہ جہاں بھی کمیونسٹوں سے بات کرنے کا کسی کو موقع ملے۔ وہ یہی کہتے ہیں۔ کہ اور مسائل کو جانے دیجئے۔ سارا جھگڑا ہی پیٹ کا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم بھی یہی کہتا ہے کہ پیٹ ہی اصل چیز ہے۔ مگر انہوں نے تو یہ کہا ہے کہ جس نے پیٹ کا مسئلہ حل کر لیا۔ وہ کامیاب ہو گیا۔ اور قرآن یہ کہتا ہے کہ جس نے اپنے پیٹ کو ہر قسم کے حرام سے بچا لیا۔ وہ کامیاب ہو گیا۔ جس نے حرام اور حلال میں ہمیشہ امتیاز کیا اور جس نے طیبات کا استعمال ہمیشہ اپنا معمول رکھا وہی ہے جسے عمل صالح کی توفیق ملتی ہے یعنی نماز کی بھی اسے ہی توفیق ملتی ہے۔ جو حلال کھاتا ہے۔ اور روزہ بھی اسی کو نصیب ہوتا ہے جو حلال کھاتا ہے۔ اور حج بھی اُسی کو نصیب ہوتا ہے۔ جو حلال کھاتا ہے۔ اور زکوٰۃ کی بھی اسی کو توفیق ملتی ہے۔ جو حلال کھاتا ہے۔ بظاہر یہ ایک عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے۔ اور انسان حیران ہوتا ہے۔ کہ حلال کی روٹی کھانے سے نماز کی کس طرح توفیق مل سکتی ہے۔ مگر قرآن ہمیشہ اصولی بات پیش کرتا ہے۔ جس پر اگر صدق دلی کے ساتھ عمل کیا جائے۔ تو ان کے نتائج سے انسان محروم نہیں رہ سکتا۔ یہ اصولی ہدایت قرآن کریم نے اس لئے دی ہے کہ عام طور پر مذہب اور بے ایمانی کو لوگ متضاد نہیں سمجھتے۔ وہ چھوٹے چھوٹے لالچوں کی وجہ سے بے ایمانی پر اتر آتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے کچھ بے ایمانی کر لی۔ تو اس میں کیا حرج ہے۔ بلکہ وہ فخر کے ساتھ اس امر کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ ہم نے فلاں چالاکی کی۔ اور بعض دفعہ تو وہ ایسے بیوقوف ہوتے ہیں کہ

دین کے نام پر

چالاکی کرتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں۔ کہ اگر ہماری اس چالاکی یا دھوکہ بازی کے نتیجہ میں دین کو فائدہ پہنچ جائے۔ تو اس میں حرج ہی کیا ہے۔ مجھے حیرت ہوئی۔ جب اسی سفر میں مجھے معلوم ہوا۔ کہ یہاں کی ایک جماعت کے نمائندوں نے جماعت کی خاطر بے ایمانی کی ہے۔ تاکہ اس بے ایمانی کے نتیجہ میں جماعت کو فائدہ حاصل ہو۔ مجھے جب یہ بات معلوم ہوئی۔ تو میں نے کہا کہ اس صورت میں تو مسیح موعودؑ مومنوں کے مسیح موعودؑ نہ ہوئے۔ بلکہ نعوذ باللہ ڈاکوؤں اور چوروں کے امام ہوئے اگر ہمارے سلسلہ اور نظام نے بھی بے ایمانی سے روپیہ کمانا ہے تو پھر یہی کہنا پڑے گا۔ کہ مسیح موعود ڈاکوؤں اور چوروں کے امام ہیں۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک چچا زاد بھائی تھے۔ جنہوں نے چوہڑوں کے پیر ہونے کا دعویٰ کر دیا تھا۔ اسی طرح ہمیں کہنا پڑے گا۔ کہ مسیح موعودؑ نے کوئی نیک جماعت پیدا نہیں کی۔ بلکہ دھوکہ بازوں کی جماعت پیدا کی ہے۔ اس سے تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ وہ شخص جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف اپنے آپ کو ایسے مقام پر کھڑا کرتا ہے۔ جس مقام پر کھڑا ہونے کے بعد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت

بھی لوگوں کی نگاہ میں مشتبہ ہو جاتی ہے۔ وہ کتنا بے ایمان اور دشمن اسلام ہے۔ اگر یہ خدا کا سلسلہ ہے تو اس کے لئے حرام خوری کی کیا ضرورت ہے اور اگر یہ خدا کا سلسلہ نہیں تو کچھ پرواہ ہے ساری دنیا کی حرامخوریاں کر لو۔ اس سے اس سلسلہ کو کیا فائدہ پہنچ جائے گا۔

یاد رکھو کمیونزم کی طرح اسلام نے بھی اس امر کو تسلیم کیا ہے۔ کہ اصل سوال پیٹ کا ہے۔ مگر کمیونزم تو یہ کہتا ہے۔ کہ جس نے پیٹ بھر دیا وہی

ہمارا نجات دہندہ

ہے۔ اور قرآن یہ کہتا ہے کہ جس نے اپنے پیٹ میں حلال ڈالا وہی ہمارا بندہ ہے۔ اور اسی کے نتیجہ میں اس کے لئے نیکیوں کے رستے کھلتے ہیں جب تک وہ اس امر کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کا رزق حلال ذرائع سے کمایا ہوا ہے۔ یا حرام ذرائع سے۔ اس وقت تک نہ اس کا لا الٰہ الا اللہ کہنا اسے کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ احمدی کہلانا اسے کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ نہ حنفی سنی شیعہ چکڑالوی یا اہلحدیث کہلا کر وہ خدا تعالیٰ کو خوش کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ اسی وقت خوش ہوگا۔ جب وہ اپنے پیٹ میں حلال روزی ڈالے گا۔ اگر وہ دھوکہ بازی کے ساتھ روپیہ کماتا ہے۔ اور حرام روٹی پیٹ میں ڈالتا ہے۔ تو اس کا یہ سمجھنا کہ اس کے نتیجہ میں وہ

نیک اعمال

بجا لا سکے گا۔ بالکل غلط ہے۔ لیکن اگر وہ حلال روزی کمائے گا۔ تو اس کے نتیجہ میں اسے نیک اعمال کی بھی توفیق مل جائے گی۔ یعنی اس کے بعد اگر وہ سنوار کر نماز پڑھنا چاہے۔ تو پڑھ سکتا ہے۔ اگر وہ احتیاط کے ساتھ روزہ رکھنا چاہے۔ تو رکھ سکتا ہے۔ اگر وہ شرائط کے مطابق زکوٰۃ دینا چاہے۔ تو دے سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ آپ ہی آپ اس سے یہ اعمال صادر ہونے شروع ہو جائیں گے۔ آپ ہی آپ کوئی عمل ظاہر نہیں ہو سکتا بلکہ ان کے لئے ایک رستہ کھل جاتا ہے۔ پس اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ اگر ایک ہندو حلال روزی کھائے گا۔ تو وہ نماز پڑھنے لگ جائے گا۔ یا ایک سکھ حلال روزی کھائے گا۔ تو وہ روزہ رکھنا شروع کر دے گا۔ یا ایک عیسائی حلال روزی کھائے گا تو وہ ذکر الٰہی کرنے لگ جائے گا۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ ان نیکیوں کا راستہ اس کے لئے کھل جائے گا۔ اگر وہ نماز اور روزہ اور ذکر الٰہی کو اختیار کرنا چاہے گا۔ تو ان نیکیوں کی اُسے توفیق مل جائے گی۔ لیکن اس کے بغیر وہ

عمل صالح کی امید

رکھے تو اس کی یہ اُمید پوری نہیں ہو سکتی ہماری جماعت کو چاہیئے۔ کہ وہ اس گُر کو اچھی طرح سمجھ لے۔ کمیونسٹوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ دنیا میں سب پیٹ کا ہی دھندا ہے۔ چنانچہ ہندوستان کے جس مزدور اور کسان سے بھی بات کرو۔ وہ یہی کہے گا۔ کہ اور باتوں کو جانے دو۔ دنیا میں اصل چیز پیٹ کا دھندا ہے۔ اگر کمیونسٹ ایک بات کو بار بار رٹنے سے اس قدر پھیل گئے ہیں۔ تو تم سمجھ سکتے ہو کہ اگر خدا کی بات کو رٹنا شروع کر دیا جائے۔ تو وہ کیوں نہیں پھیلے گی۔ اور قرآن یہ کہتا ہے کہ جس کے پیٹ میں حلال رزق جائے گا۔ وہی دنیا میں عمل صالح بجا لا سکے گا۔ اگر ہم اپنی باتوں میں اور خطبات میں اور تقاریر میں اور آپس کے سودوں میں یہی فقرہ دہرانا شروع کر دیں۔ تو دنیا اس کی قائل ہو جائے گی۔ لوگ پوچھا کرتے ہیں۔ کہ ہم خدا تعالیٰ سے کس طرح محبت کریں۔ نیکیوں میں کس طرح ترقی کریں گناہوں اور مختلف قسم کی بدیوں سے کس طرح بچیں۔ اپنے مقاصد میں کامیابی کس طرح حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سوالات کا یہ جواب دیتا ہے۔ کہ کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً۔ اگر تم یہ چاہتے ہو۔ کہ عمل صالح تم سے صادر ہوں۔ تو تم ✲

تحقیق حق کا زرین اصول و صداقت مصلح موعود

از قلم حضرت صاحب منڈا اسگھر جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ بہلی علاقہ بمبئی

یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ انسانی فطرت ہر وقت اسباب کی متلاشی رہتی ہے کہ وہ راستہ معلوم کرے جس کے ذریعہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکے۔ خواہ اس منزل کے حصول میں اس کو کتنی بڑی قربانی کیوں نہ کرنی پڑے۔ جب انسان یہ سمجھتا ہے۔ کہ اس کی منزل مقصود پانے کا صحیح راستہ یہی ہے۔ جس پر وہ چل رہا ہے تو پھر وہ نہ اپنوں کی مخالفت کی پرواہ کرتا ہے نہ بیگانوں کی اور دنیا کی کوئی بڑی سی بڑی مشکل بھی ایسے انسان کے ارادہ کو متزلزل نہیں کرسکتی۔ یہ قانون انسان کی ہر دو زندگیوں میں کارفرما نظر آرہا ہے۔ روحانی زندگی میں بھی اور جسمانی زندگی میں بھی۔ لاریب اللہ تعالیٰ علی کل شیء قدیر کی صفت سے متصف ہے۔ اُسی کے ارادہ اور فضل پر ہر قسم کی کامیابی کا انحصار ہے۔ مگر اُسی قدیر و خبیر آقا نے دنیا کو ایک اصول بتایا ہے۔ کہ "لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی"۔ خواہ تم کسی نظریہ کو لے کر اُٹھو میرا یہ قانون ہر وقت مدنظر رکھنا ہوگا۔ دیکھو وہ اقوام جو خدا کی ہستی کی منکر۔ خدا کی ازلی ابدی صفات میں ایک عاجز اور بے کس انسان کو شریک ٹھہرا رہی ہیں۔ اگر آج ایک انسان ان کی ترقی پر نظر دوڑائے تو شاید اس شک میں مبتلا ہو جائے کہ واقعہ میں خدا کوئی چیز نہیں ہے۔ مگر اس سے کوئی عقلمند انسان انکار نہیں کرسکتا ہے کہ ان کی مادی ترقی ہی خدا کی ہستی پر ایک بین دلیل ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی قدرت کسی سے بھی ظلم اور بے انصافی نہیں کرتی۔ خواہ اس کا منکر ہو یا مومن۔

پس جس طرح انسان جسمانی زندگی میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہے تو بجز اس کے کہ وہ دنیاوی زندگی کی مشکلات میں اپنے آپ کو مبتلا کر لے اور کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ اسی طرح اور ٹھیک اسی طرح روحانی زندگی کا حال ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اُسے کوئی مجاہدہ بھی نہ کرنا پڑے اور کوئی جد و جہد بھی کرنا پسند نہ کرے۔ اور یونہی بیٹھا ہوا اعلیٰ مدارج کے حصول کے خواب دیکھتا رہے تو ہم کہنے پر مجبور ہوں گے کہ ایسا شخص یا قوم خدا کی قدرت اور قانون سے استہزاء کر رہی ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ۔ یعنی خوب یاد رکھو کہ خواہ کوئی عربی ہو یا عجمی۔ گورا ہو یا کالا۔ جب تک کوئی قوم اپنی حالت نہیں بدلے گی۔ خدا تعالیٰ کسی کی خاطر اپنے قانون کو ہرگز بدلنے کے لئے تیار نہیں ہوگا اور وہ کبھی بھی کسی ایسے شخص یا قوم (جو کہ ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر اپنی ترقی کے خواب دیکھ رہے ہیں) کو امتیازی حیثیت دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کے بعد مسلمان اور باقی اقوام اگر اس اصول کو مدنظر رکھ کر تحقیق حق کریں تو خدا تعالیٰ کے اس مبارک نور سے جو عین وقت پر آسمان سے اُترا ہے محروم نہ رہیں۔ اول تو انسان کو خدا تعالیٰ نے عقل دی ہے جو بہت بڑی نعمت ہے۔ جس کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات کہلاتا ہے اس کے ذریعہ جس طرح دنیاوی ترقی میں غور و خوض کیا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے اس مامور کے دعویٰ کو پرکھنے کے لئے بھی اس کو عمل میں لایا جاتا۔ مگر تشابہت قلوبھم کے ماتحت اُسی راستہ کو اختیار کیا گیا ہے۔ جو ہمیشہ منکرین ہدایت کرتے آئے ہیں۔

خیر! اور اقوام تو مردہ ہو ہی چکی تھیں۔ اُن کے پاس تو کوئی خالص قانون باقی نہ تھا۔ جو ان کی راہ نمائی کرتا۔ مگر وہ قوم جس کو ایسا قانون ملا ہے۔ جو تا قیامت غیر محرف و غیر متبدل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے بھی غور نہ کیا۔ غور کریں۔ کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جو تاریخ اقوام بیان فرمائے ہیں۔ کہ فلاں قوم نے اپنے وقت کے مصلح سے فلاں غیر معقول مطالبہ کیا۔ اور تحقیق حق کے حقیقی راستہ کو چھوڑ کر ایسا راستہ اختیار کیا جو ان کو تباہی کی طرف لے گیا۔

ان واقعات کو بیان کرنے کی کیا غرض تھی یہی کہ مسلمان اس فتنہ میں مبتلا نہ ہوں مگر افسوس جس معصیت سے خدا تعالیٰ نے ان کو بچانا چاہا۔ انہوں نے اپنے آپ کو اس میں مبتلا کر لیا مگر ایسا ہونا تھا۔ اور تقدیر کے نوشتے فرد ہوئے ہو کر رہنے تھے۔ کیونکہ مخبر صادق سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین والمرسلین سرور دو جہاں و ہادیٔ اکمل نے فرمایا تھا۔

لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُہٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُہٗ۔

کہ اسلام اور قرآن کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے والے ہوں گے تو بہت۔ مگر صرف نام کے ہوں گے۔ ورنہ نقلی دلائل تو ایک طرف اس زمانہ کے معلم اور خدا کے برگزیدہ نے تو ان لوگوں کو یہاں تک تحقیق حق کا آسان راستہ بتایا کہ اگر عقلی دلائل سے تسلی نہیں ہوئی اور دیں تو یہ کہوں گا) کہ اگر عقل کو کام میں لانے کا موقع نہیں ملتا تو تمہیں ایک آسان راہ بتائی جاتی ہے وہ راہ کونسی ہے؟ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے الفاظ میں ہی بیان کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"کہ اگر اس عاجز پر شک ہو اور وہ دعویٰ جو اس عاجز نے کیا ہے۔ اس کی صحت کی نسبت دل میں شبہ ہو۔ تو میں ایک آسان صورت رفع شک کی بتلاتا ہوں۔ جس سے ایک طالب صادق انشاء اللہ مطمئن ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ توبہ نصوح کر کے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھے۔ جس کی پہلی رکعت میں سورۂ یٰسین اور دوسری رکعت میں اکیس ۲۱ مرتبہ سورۂ اخلاص ہو اور بعد اس کے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ

اے قادر تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک کہ جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدد الوقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا حال ہے۔ کیا صادق ہے یا کاذب۔ مقبول ہے یا مردود۔ اپنے فضل سے یہ حال رویا، یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما۔ تا اگر وہ مردود ہو تو اس کے قبول کرنے سے گمراہ نہ ہوں اگر مقبول ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس انکار اور اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں۔ ہمیں ہر قسم کے فتنہ سے بچا اور ہر ایک قوت تجھ ہی کو ہے (نشان آسمانی صفحہ ۳۸)

یہ استخارہ حضور نے کم از کم دو ہفتہ تک اپنے نفس سے خالی ہو کر کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ اور ساتھ یہ بھی ہدایت فرمائی۔ کہ اس قسم کو دعا کے وقت میرے ساتھ بغض اور محبت کے دونوں پہلوؤں سے الگ ہو کر دعا کی جائے۔

اب تحقیق حق کے متذکرہ بالا زریں اصول کو سامنے رکھ کر کوئی اہل حق غور فرمائے کہ اس سے آسان اور کون سی راہ ہو سکتی ہے۔ جو کسی مامور کی صداقت کو پرکھنے کے لئے اختیار کی جا سکتی ہے اس کے علاوہ تو صرف ایک ہی راہ ہے کہ خدا خود ان کو آ کر کہہ دے یا خود فرشتے ان پر نازل ہو جائیں ورنہ اس سے آسان صورت آج تک کوئی نظر نہیں آتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا متذکرہ بالا بیان کردہ اصول ایسا اعلیٰ اور آسان ہے اور ایسی بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ کہ قیامت تک اس پر عمل کر کے انسان ہر ٹھوکر سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ میں بھی ایک طبقہ کو غلط فہمی یا دیدہ دانستہ اُن کے بیان کے مطابق بعض امور میں اختلاف ہُوا۔ بلکہ اگر ذرا غور سے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو یہ غلط فہمی جس کو اب اگر میں بدظنی کے لفظ سے موسوم کروں تو قابل اعتراض نہ ہوگا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہی شروع ہو گئی تھی۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا۔

جب اس مرض نے ایمان کو کھانا شروع کر دیا تھا۔ تو ہمارے سامنے حضور کا بیان کردہ ایک آسان طریقہ اپنے ابتلاؤں سے بچنے کا موجود تھا۔ یہ لوگ جن کی وجہ سے یہ فتنہ رونما ہُوا جاہل نہ تھے۔ ان کو تو احمدیت کا ستون ہونے کا دعویٰ تھا۔ خدا کے بیان کردہ اصول کو مدنظر رکھ لیتے تو کبھی بھی اس راستہ کو اختیار نہ کرتے۔ جس کو لمبے عرصہ تک گمراہ کن راستہ یقینی کرتے رہے تھے۔ ہمیں تو وہی ہٹ دھرمی۔ وہی خلافِ عقل مطالبے۔ وہی تعصب اور بغض و کینہ نظر آیا ہے۔ جو ہمیشہ منکرین ہدایت اختیار کرتے آئے ہیں۔ یہ وقت نہ تھا اس مضمون کو چھیڑا جاتا۔ مگر "پیغام صلح" کے ایک اعلان نے جو اس کے حالیہ پرچہ مورخہ ۲۴ جون ۱۹۵۳ء میں ان الفاظ میں شائع ہوا ہے کہ ہمارے مخلص دوست محمد یحییٰ صاحب بٹ مولوی فاضل تبلیغی اغراض کے لئے بہلی (بھارت) تشریف لے گئے ہیں۔ وہاں قادیانی مبلغوں نے بہت کچھ غلط فہمیاں پیدا کرنی شروع کر دی ہیں۔ ان کے ازالہ کی غرض

✻ حلال اور طیب چیزیں استعمال کرو۔ اگر تم حرام خوری کرو گے۔ تو تم میں دھوکا بھی ہوگا۔ دغا بازی بھی ہوگی۔ لالچ بھی ہوگا۔ معاملات میں خرابی بھی ہوگی۔ اس کے بعد یہ اُمید رکھنا۔ کہ تم نیکیوں میں ترقی کرنے لگ جاؤ گے۔ اور خدا تعالیٰ کی محبت تمہارے دلوں میں پیدا ہو جائے گی۔ محض خام خیال ہے تمہیں دونوں میں سے ایک چیز بہر حال چھوڑنی پڑے گی۔ یا تو تمہیں اعمالِ صالح چھوڑنے پڑیں گے اور یا حرام خوری چھوڑنی پڑے گی۔ جو شخص ان دونوں کو اکٹھا کرنا چاہے گا۔ وہ ہمیشہ ناکام ہوگا۔ کامیاب وہی ہوگا۔ جو حرام خوری کو چھوڑ دے۔ اور

حلال اور طیب رزق

حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

ضرورت ہے۔

اس لئے میرے دل میں یہ تحریک پیدا کی کہ یہ اعلان جماعت احمدیہ دہلی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے اپنے اُن بھائیوں کے سامنے جو انجمن اشاعت اسلام لاہور سے تعلق رکھتے ہیں صحیح حالات رکھوں۔

میرے بھائیو! میرا خدا جانتا ہے۔ میں یہ مضمون صرف اُس درد کی وجہ سے لکھ رہا ہوں جو مجھے اس انجمن میں لگاتار تقریباً چھ سال رہنے کے بعد صحیح حالات کے جاننے سے پیدا ہوا ہے۔ شاید ہمارے کتنے بے گناہ اور مخلص بھائی صحیح رنگ میں تصویر کا دوسرا رُخ نہ دیکھنے کی وجہ سے غلط فہمی میں مبتلا رہیں۔ یاد رہے جماعت احمدیہ دہلی کے اکثر افراد پہلے چھ سال سے انجمن اشاعت اسلام لاہور سے تعلق رکھتے تھے۔ اور ابھی نو ماہ قبل ہم سب کو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حقیقی جماعت میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ گو ایڈیٹر صاحب نے اپنے اعلان میں غلط فہمیوں کی وضاحت نہیں فرمائی اور آج کل اخبار پیغام صلح کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح غیر جماعت احمدیہ کے خلاف اشتعال پیدا کرنے کی اسکیمیں جاری کئے ہوئے ہیں۔ اسی طرح اخبار پیغام صلح بھی کسی نہ کسی رنگ میں واقعات اور حالات سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے جماعت احمدیہ کے خلاف غلط اثر پھیلانے کے درپے ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا نام تو صرف اُن مخلصوں کو دھوکہ دینے کے لئے لیا جاتا ہے۔ جو کچھ نہ کچھ حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ عشق رکھتے ہیں۔ بہتر تو یہ تھا کہ ایڈیٹر صاحب بیان فرما دیتے کہ سارے ہندوستان میں ان کی واحد منظم جماعت جس کو اتنے سال سے تحریف و تبدیل کے ہتھیار دے کر زخمی کیا گیا تھا اس نے اُن کو کیوں خیر باد کہہ دیا تو بہت بہتر تھا۔

محترم ایڈیٹر صاحب! اب تو غیر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اتنی کتب کے واقف ہو چکے ہیں۔ کہ آپ لوگوں کا دورنگا ہتھیار چلنا مشکل ہے۔ ہاں اب ہمیں وہ لعل بے بہا مل چکا ہے جس کے لئے ہماری روحیں بے قرار تھیں۔ ہم ہی نہیں غیر بھی جان چکے ہیں کہ آپ لوگ کس ہمیں میں پھرتے ہیں۔ ہم سب ایسی نعوذ باللہ غلط فہمی میں مبتلا رہ چکے ہیں۔ جس غلط فہمی میں نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود دنیا کو مبتلا کرنے کے لئے آئے تھے۔ ہم اتنا عرصہ باوجود احمدی ہونے کے حقیقی احمدیت سے دور رہے۔ باوجود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت رکھنے کے آپ کی قوت قدسی سے محروم تھے۔ بے شک ہمارے اس حقیقی انقلاب کے بعد اب بیگانے ہو گئے ہیں۔ دنیا ہم پر تنگ کرنے کی اسکیمیں جاری ہیں۔ ہمیں ہر طرح نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔ مگر ایڈیٹر صاحب اس میں بڑا لطف ہے عجیب راحت ہے۔ نہ جانے کیوں؟

اب میں آپ کو بتاؤں ہم نے اس جماعت کو کیوں پسند کیا۔ اگرچہ مضمون لمبا ہوتا جا رہا ہے۔ مگر شاید یہ راستہ جس پر خدا تعالیٰ نے ہم کو چلنے کی توفیق فرمائی ہے بتانے سے کسی اور مخلص بھائی کا بھلا ہو۔ اور آپ جس غلط فہمی میں مبتلا ہوئے ہیں وہ بھی دُور ہو جائے۔ میں پھر کہتا ہوں اور میرا خدا شاہد ہے کہ ہمیں سابقہ چھ سال زندگی کے حالات یاد کر کے ایک ایسی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ جس کو بیان کرنے کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ جس گرامی سے حضرت مسیح موعودؑ کی آواز سُن کر ہم نکلے تھے تمہارے دورنگے اصول نے ہمیں پھر اُسی چکر میں مبتلا رکھا۔

ایڈیٹر صاحب ایسے الفاظ کے استعمال سے کیا فائدہ جس سے خدا ناراض ہو۔ جس سے سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ارواح کو تکلیف پہنچے۔

بتائیں قادیان تمہارے مرشد کا مرکز نہیں ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اس مقام کو برکت نہیں دی۔ کیا مقام ہمیشہ اس انجمن کا قادیان ہوگا۔ تمہیں بھول گیا؟ پھر کیوں لفظ قادیان کو غیروں کی طرح بُرے مفہوم میں استعمال کرتے ہو۔ کچھ خدا کا خوف کرو۔ تقسیم کے بعد قادیان کو حفاظت میں رکھ کر اس میں نور کے چشمہ کو بدستور جاری فرما کر خدا تعالیٰ نے تمام مخالفین کے منہ پر مُہر لگا دی ہے کہ واقعہ ہی خدا تعالیٰ کی نظر میں قادیان کو ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ پس ہمیں فخر ہے کہ اس مبارک بستی کی طرف دنیا ہم کو منسوب کر کے طعنہ دے رہی ہے۔ فاعتبروا یا اولو الالباب۔

سنئے اور خدا را بغض اور حسد سے علیحدہ رہ کر غور کریئے کہ ہم سب نے کیوں جماعت احمدیہ میں داخل ہونا باعث نجات سمجھا۔

عزیزم چوہدری مبارک علی صاحب فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان کی طرف سے پہلے مبلغ ہیں جو دہلی آج سے نو (۹) ماہ قبل تشریف لائے۔ اس سے قبل آپ حضرات کی طرف سے مولوی محمد الدین صاحب شملوی مولوی حبیب الحق صاحب و دیگر تھے۔ مولوی انعام الحق صاحب۔ مولوی بشیر احمد صاحب منٹو ایک عرصہ سے تشریف لاتے رہے۔ اور بعض کا کئی سال قیام بھی رہا۔ افسوس ہمارے سامنے وہی حوالے آتے رہے جن میں کمال منتقلمی سے تحریف کی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہم پر فضل کیا۔ اور باقی تمام راستوں کو مسدود کر کے انکشاف حقیقت کے اسباب پیدا فرمائے۔ ہم نے سنجیدگی سے غور کیا اور خدا کی دی ہوئی توفیق سے اُس کے حضور دعاؤں میں لگے رہے۔ ایک طرف چھ سال کا اثر تھا۔ دوسری طرف حق سورج کی طرح چمک رہا تھا۔ غرض ہماری حالت عجیب تھی۔ ہم عزیز فاضل کی مخالفت تو ضرور کرتے تھے۔ مگر تنہائی میں ہماری ضمیر ملامت کرتی تھی۔ اس سے قبل بھی مولوی محمد الدین صاحب شملوی جن کی زبان سے کئی بار بے اختیار حق کا اظہار ہو جاتا تھا۔ اُن کے ساتھ ہمارے موجودہ وائس پریذیڈنٹ حمید الدین صاحب حیدرآبادی جو اُس وقت اکیلے قادیانی جماعت میں تھے بحث ہوتی رہتی تھی۔ باوجود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی قوت قدسی کے قائل ہونے حضور کی تفسیر (دینی) کی تعریف کرنے کے اور ٹھوس نظام سلسلہ کے اعتراف کرنے کے مولوی صاحب ضد پر اڑے رہتے تھے مگر ہم حیران تھے کہ وہ کون سی طاقت ہے اور کون سی کشش ہے جس کی وجہ سے مولوی محمد الدین صاحب کی زبان پر بے اختیار حق ظاہر ہو جاتا تھا اب سمجھ آگئی اُس کے دل پر حق کا اثر ہو چکا تھا لیکن افسوس اُس کی ضد نے اُن کو مغلوب کیا ہوا تھا۔ اور گردن اطاعت کے لئے جھکنے کو تیار نہ تھی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ چنانچہ ہمارے اس عزیز فاضل نے ہماری بہت سی غلط فہمیوں کو دور کیا اور اُس وقت کی تحریریں پیش کیں جس وقت اس فتنہ نے ابھی سر بھی نہیں اُٹھایا تھا باوجود اس کے کہ ہم ان تحریروں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے واضح طور سے دیکھا کہ حضرت اقدسؑ کے واضح ارشاد موجود ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے مامور اور حکم و عدل نے کسی قسم کی اُلجھن کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ پھر بھی ہم نے بغور مطالعہ کیا۔ ہم حیران ہو گئے کہ جس خاندان پر ایسے انسانیت سوز حملے کئے گئے ہیں اس خاندان کو تو خدا کے حکم کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حمایت میں بنیاد کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ جو کتاب اُٹھاؤ۔ جس اخبار کو دیکھو مرشد تو اپنی اولاد کو بطور نشان کے پیش کر رہا ہے۔ مگر مرید ہیں کہ اُس کی بیخ کنی پر تلے ہوئے ہیں۔ مگر خدا کی باتوں کو کون ٹال سکتا ہے جس نے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ "اِنِّیْ مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ ھٰذِہٖ" خیر ہم نے پھر بھی خدا جانتا ہے۔ اپنے ناقص علم کے مطابق مگر نیک نیتی سے حق کی تلاش کی۔ لہٰذا آپ کی پیش کردہ نام نہاد احمدیت بڑی سستی تھی کوئی تکلیف نہ تھی۔ کیونکہ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِھِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَھْزِءُوْنَ والا راستہ تھا۔ مخالفت کا دور ہوا تو کہہ دیا کہ کوئی بات نہیں مسیح موعودؑ کو مانو یا نہیں تمہاری ایمانیات پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ گویا نعوذ باللہ خدا تعالیٰ نے ایک لغو فعل کیا ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی مسیح موعودؑ کے متعلق "ایک معمولی امر ہے"۔ اور جب مقابلتہً موجودہ جماعت کے نظام کو دیکھتے ہیں تو بظاہر مجسم ابتلاء ہے اور واقعہ میں نفاق کے لئے اس جماعت میں گنجائش نہیں رہتی یا اِدھر یا اُدھر۔ بالکل اُسی طرح حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح آج سے تیرہ سو سال قبل صحابہؓ کو سامنا کرنا پڑتا تھا مگر کیا کرتے ہم گنہگار رہے کی روحیں پیاسی تھیں ان سے نہیں رہا گیا۔

میرے محترم ایڈیٹر صاحب! غلط فہمی نہ رہے باقی جو چند ایک ہمارے بھائی ہیں اُن کا دل حق کو قبول کر چکا ہے۔ اُن کی ضمیریں گواہی دے چکی ہیں۔ مگر صرف اور صرف آپ کی دورنگی احمدیت کا اثر ہے کہ وہ اس سستے سودا کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ بھلا ہو بھی کیوں جس شخص کو ایسی احمدیت ملے کہ نہ اپنے ناراض ہوں نہ بیگانے۔ نہ بائیکاٹ کا اندیشہ اور طعن و تشنیع اُسے کیا ضرورت ہے کہ وہ دنیا کی مخالفت کو مول لے۔ باوجود اتنے قرائن ہونے کے پھر بھی خیال کیا کہ شائد ہمارا عزیز فاضل بھی باقاعدہ مبلغ ہے کہیں یہ بھی ہمیں منطقی اور علمی بحث میں مبتلا نہ کر رہا ہو۔ کیونکہ دودھ کا جلا چھاچھ کو بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔ ہم سب نے خالی الذہن ہو کر خدا کے حضور رجوع کیا اور اُس زریں اصول کو سامنے رکھا۔ جو خدا تعالیٰ نے کہ "اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ"۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہماری راہ نمائی فرمائی اور تقریباً ہم میں سے ہر ایک پر ہماری کوشش کے بدلے میں کسی نہ کسی رنگ میں حقیقت کا انکشاف فرمایا۔ اور جبکہ دلائل اور تحقیق کے بعد احمدیت کی صحیح تصویر ہمارے سامنے آئی ہے میں بے دھڑک کہہ سکتا ہوں کہ اس کے بعد جماعت احمدیہ قادیان کو جس نے بھی چھوڑا ہے یا چھوڑے گا وہ صرف اور صرف اُس کی نفاقی گندگی کا نتیجہ ہوگا یا پھر اُس کا دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا دعویٰ ہی جھوٹا ہوگا بے شک اس عہد کا اقرار کر لینا آسان ہے۔ مگر عمل کے وقت انسانی حالت کا جائزہ ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہم میں سے اب ہر ایک کو مزید ابتلاء سے محفوظ رکھے۔

محترم ایڈیٹر صاحب! قادیانی مبلغوں کا کیا قصور ہے۔ اور انسانوں کی بھلا طاقت ہی کیا ہے کہ وہ قلوب میں تغیر پیدا کر دیں۔ جب تک قادر مطلق کی تائید حاصل نہ ہو۔ جو ہمیشہ اپنے بندوں کا خود مؤید ہے۔

(باقی صفحہ ۸ کالم نمبر ۳ و ۴ پر)

موجودہ دور کے مسلمان اور اُن کے علماء

ایک مسلمان مصنف کی نظر میں

از جناب مولانا محمد سلیم صاحب فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

(۳)

(۱۸)

"ہمارے صوفیوں اور واعظوں نے کائنات کو لرزا دینے والے مسلم کے سامنے گذشتہ آٹھ سو سال میں وہ وہ گوسفندانہ بولیاں بولیں۔ عجز، تواضع اور انکسار سے محض بلبلی اخلاق کا وہ تباہ کن درس دیا کہ اس سیل تند رو کی طغیانیاں سکونِ مرگ میں تبدیل ہو کر رہ گئیں اور اس کی طوفانی رفتار لغزش پیرانہ میں بدل گئی ہے ؎

جس دریا کی لہر نہ اونچی وہ کیسا دریا
جس کی ہوائیں تند نہیں وہ کیسا طوفاں

اقوام عالم برق و باد کو مسخر کرنے کے بعد برشگالی بادلوں کی رفتار سے کائنات پر چھا رہی ہیں۔ ان کی پُر ہیبت گرج سے ارض و سما لرز رہے ہیں۔ اور ان کی شمشیر خارا شگاف سے قہرمانانِ گیتی رعشہ براندام ہیں اور دوسری طرف صوفی زدہ مسلم گوسفندانہ عجز و مسکنت اور میشانہ ذل و انکسار کا پیکر بنا ہوا ہے۔ ۰۰۰۰۰ پیروانِ اسلام! یاد رکھو کہ تمہاری نجات اقتدار کی طرف لوٹنے میں ہے۔" صفحہ ۲۰

"اللہ کے ہاں علماء وہ ہیں جن کا کام ارض و سماء الوان والسنہ پر غور کرنا ہو نہ کہ حمد اللہ و صدرا، شرح چغمینی و شمس بازغہ کے سقوات کو رٹنا اور قوم کو وضعی احادیث سنا کر کٹھوس عمل کی دنیا سے کوسوں دور پھینک دینا۔" صفحہ ۲۱۴

"خزائن ارض و سما سے متمتع ہونے والوں کو ارباب عقل و ایمان کہا گیا ہے۔ اور ان آیاتِ قوت و ہیبت سے اعراض کرنے والوں کو عذاب الیم کی بشارت دی گئی ہے یہ دونوں منظر آج ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ اقوام یورپ نے آیاتِ ارض و سما پر دھیان دیا۔ اور تمام عالم ان کی دانش پر شاہد ہے۔ دوسری طرف ہم نے کائنات سے منہ پھیر لیا اور سارا جہان ہماری ذلت جہالت، حماقت اور نامرادی پر شہادت دے رہا ہے۔" صفحہ ۲۲۲

(۱۹)

"خدائی تعزیرات میں سب سے بڑا جرم کاہلی ہے۔ اور آج اسی کاہلی کی پاداش میں مسلم پٹ رہا ہے۔ دنیا کی بداخلاقیوں اور ذلتوں کی وجہ جہالت ہے اور جہالت کی وجہ سستی عموماً یہ شکایت سننے میں آتی ہے کہ "ہم کیا کریں، بے گانوں کی حکومت ہے۔ اگر اپنی حکومت ہوتی تو سب کچھ ہو جاتا"۔ یہ عذر ہائے لنگ قطعاً قابل سماعت نہیں۔ اول اس لئے کہ حکومت نے تلاش علم کے لئے کچھ آسانیاں ہی مہیا کی ہیں کہیں کوئی خاص رکاوٹ کھڑی نہیں۔ آپ کون سا کمال دکھلا رہے ہیں۔ جہالت کی تاریک گھٹائیں وہاں بھی اسی طرح محیط ہیں۔ اقتباج سیاسی و اقتصادی کا وہاں بھی یہی عالم ہے۔ قلم پنسلیں اور چاقو تک وہاں بھی یورپ سے منگوائے جاتے ہیں۔ کیا آپ نے آج تک کسی چیز پر میڈ اِن ٹرکی۔ ایران۔ عرب لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ اور ابھی شاید اس کے لئے دو چار سو سال اور انتظار کرنا پڑے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی ممالک میں علم کا تصور قطعاً بگڑ چکا ہے۔ ہمارے خانہ برانداز ملاؤں نے فقہی مسائل اور غلط منطقی قضایا کو معراج علم قرار دے دیا ہے۔ ہر جمعہ کو لاکھوں مساجد سے اس موضوع پر تقاریر کے دریا بہائے جاتے ہیں۔ اور اب ہماری رگ رگ میں یہ تخیل از حد جاگزیں ہو چکا ہے کہ فاقہ ہوں سے اللہ کے نعرے بلند کرنا معراجِ تقدس اور دیدہ بلسے چند فرسودہ کتابیں پڑھ آنا انتہائے علم ہے۔ اور یہ پہاڑوں، دریاؤں، دھاتوں، بیلوں، ریلوں، آتو بوں، جہازوں، طیاروں اور ٹینکوں کا محض مادہ پرستی و دنیا طلبی ہے۔ بالعجب، دین و دنیا کی اس مہلک تفریق اور علم کے متعلق اس غیر اسلامی، غیر قرآنی، غیر فطری اور غیر منطقی تخیل نے مسلم کا ستیاناس کر دیا اس کی دین و دنیا ہر دو تباہ ہو گئے۔ اس کی کشتی آمریت و جمہوریت کی امواج ذخار میں گرفتار ہے اور یہ جہالت کا پیکر ضعف و اضمحلال کے سبب نتائج میں اُلجھا ہوا کبھی سٹالین کی پناہ ڈھونڈتا ہے۔ کبھی صدر امریکہ کی آغوش میں گھستا ہے۔ فانصرنا علی القوم الکافرین کی لمبی لمبی دعائیں مانگتا ہے۔ جب تم گذشتہ سو برس سے دیکھ رہے ہو کہ اللہ کاہلوں کی دعائیں نہیں سنتا تو پھر اس زیب کاری اور فریب خوردگی سے کیوں باز نہیں آتے۔ کیوں دل و دماغ، سمع و بصر اور دست و پا کو استعمال نہیں کرتے اور کیوں کاہلوں کے عبرت انگیز انجام اور باعمل اقوام کی کامرانیوں پر درس نگاہ نہیں ڈالتے؟" صفحہ ۲۲۶/۲۳۰

(۲۰)

"حدیث میں وارد ہے۔ ثلاثة انا خصمهم يوم القيامة رجل اعطى بي ثم غدر ورجل باع حرا فاكل ثمنه ورجل استاجر اجيرا فاستوفى منه ولم يعطه اجره (بخاری) یہ اعلان ہے اس حقیقت کا کہ بدکار و بد عہد کے لئے وہاں کوئی سبیل نجات موجود نہیں جس طرح حکیم مریض کے لئے شفیع بنتا ہے۔ بشرطیکہ مریض حکیم کی ہدایات پر عمل کرے۔ اسی طرح رسول افراد و اقوام کا شفیع ہوتا ہے۔ بشرطیکہ لوگ اس کی تعلیم پر کاربند ہوں۔ آج تقریباً ہر مسلم جھوٹ بولنے، فریب دینے، داؤ کھیلنے اور جہان بھر کی بدکاریوں کے بعد بھی نشۂ شفاعت میں سرشار پھرتا ہے ۰۰۰ ۰۰۰ ہمارے واعظین بدکاروں، بدگفتاروں اور بدرفتاروں کے گناہ بخش بخش کر تمام قوم کو غلط اندیش، عیاش، بے ہمت اور ننگ دو عالم بنا رہے ہیں ۰۰۰۰۰ مسلمانوں کو یقین ہونا چاہیئے کہ بدکاروں، جھوٹوں اور دغابازوں کی شفاعت کبھی نہیں ہوگی۔" صفحہ ۲۶۴/۲۶۵

"جن لوگوں کی نماز (پنج وقتہ اقرار غلامی) اور اعمال میں تطابق نہیں۔ وہ مکار و منافق ہیں۔ یعنی وہ نماز میں تو اللہ کی غلامی کا عہد باندھتے ہیں۔ لیکن عملی زندگی شیطانی کے پیچھے چلتے ہیں۔ مسجد میں تو صراط مستقیم پر چلنے کی دعائیں مانگتے ہیں۔ لیکن بازاروں، محفلوں اور عدالتوں میں بے دھڑک جھوٹ بولتے اور داؤ کھیلتے ہیں۔ انصاف فرمایئے کہ ایسے لوگ پیروانِ یزدان ہیں یا بندگانِ اہرمن۔ ایسے ہی نمازیوں پر لعنت بھیجی گئی ہے۔" صفحہ ۲۶۶

"قدرت کی دیگر اشیاء کی طرح انسان کو بھی ایک ضابطہ دیا گیا ہے۔ جس کا نام قرآن ہے ہم ابھی عرض کر چکے ہیں۔ کہ قرآنی اصطلاح میں ضابطہ کا دوسرا نام صلوٰۃ ہے۔ بہ دیگر الفاظ مسلم کی صلوٰۃ پورا قرآن ہے۔ اور یہ پنجوقتہ صف آرائی اس پورے پروگرام یا ضابطہ (صلوٰۃ) کی ایک جزو ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ نماز کی طرف دعوت تمام احکام قرآن پر عمل کرنے کی طرف دعوت ہے۔ جب آپ اذان سنیں تو مسجد میں کبھی اس ارادے سے نہ جایئے کہ آپ کا مقصد چند رکوع و سجود ہیں۔ اور بس بلکہ اس ارادے کے ساتھ کہ یہ دعوت ہے۔ قرآن کے تمام اوامر و نواہی کے نباہنے، ایک مطہر و پاکیزہ زندگی بسر کرنے۔ معمائے فرض پر زندگی کو قربان کرنے اور سطح زمین سے چور رو دمدوان مثانے کی طرف سد

فیلزاں چوں مسجد صف کشیدند
گریبانِ شہنشاہاں دریدند
دلے چوں دل میانِ سینہ افسرد
مسلماناں بدرگاہاں خزیدند

چونکہ مسلم کا تخیل نہ صرف اسلام کے ارکان بلکہ زندگی کے تمام حقائق کے متعلق مسخ ہو چکا ہے۔ اس لئے ہم نے رکوع و سجود کو پورا اسلام بلکہ مقصد اسلام سمجھ لیا ہے۔ آج ہر مسجد و منبر سے قیام صلوٰۃ کے وعظ ہوتے ہیں۔ میں نے گذشتہ پینتیس برس میں ایک واعظ بھی نہ دیکھا اور ایک وعظ بھی ایسا نہ سنا۔ جس نے نماز اور عملی زندگی میں کوئی ربط پیدا کرنے کی کوشش کی ہو۔ اگر سنا تو یہی کہ نماز حضور قلب سے ادا کرو اور چلے ہو۔ اس کے بعد سودا کم تولو یا پورا، سچ بولو یا جھوٹ۔ محافل میں شرافت سے بیٹھو یا لفنگا پن دکھاؤ۔ گلیوں میں دوسروں کی بہو بیٹیوں سے آنکھیں لڑاؤ یا نہ، نماز کا ان اعمال سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر ہے تو صرف اتنا کہ دو نمازوں کے درمیان جس قدر بدکاریوں کا ارتکاب کرو گے۔ وہ زمین پر ماتھا ٹیکنے ہی معاف ہو جائیں گی۔ ہمیں جس قدر نقصان ہمارے مخبوط الحواس، کم علم اور خانہ برانداز واعظوں نے پہنچایا ہے۔ اتنا تاتاریوں سے بھی نہیں پہنچا۔ تاتاریوں نے تو ہماری سلطنت تباہ کی تھی۔ اور وہ بھی صرف ۵۰ برس کے لئے۔ لیکن واعظوں نے خود اسلام کا ستیاناس کر دیا ہے۔ وہ اسلام جو انسان کا مکمل سیاسی و اخلاقی نصاب تھا۔ آج منتروں جنتروں۔ ڈھکوں۔ چلّوں، چیلوں، ہُو حق کے نعروں، قوالیوں، عرسوں اور چند لایعنی عقیدوں کا مجموعہ بن کر رہ گیا ہے۔ اور یہ سب کچھ ہمارے مُلّا و صوفی کی نوازش ہے۔ یہ لوگ ہمارے کسی دشمن کی پانچویں فوج (ففتھ کالم) معلوم ہوتے ہیں اسلام کا دورِ ثانی قریب آ گیا ہے۔ اس لئے وقت ہے کہ ہم مُلّا کو نزاعِ مذہبی سے سبکدوش کر کے قرآن و کائنات سے براہ راست درس زندگی لیں۔

بیا تا کار ایں امت بسازیم
قمار زندگی مردانہ بازیم
چناں نالیم اندر مسجد شہر
کہ دل در سینۂ ملّا گدازیم" صفحہ ۲۶۷/۲۶۸

"جو لوگ کاہلی و تن آسانی، خود غرضی و نفس پرستی کو شعار حیات (یا اپنا رب) بنا لیتے ہیں۔ انہیں باعمل، جفاجو اور مشقت کش اقوام تخت سلطنت سے اُٹھا کر فرشِ زمین پر دے پٹخنی دیتی ہیں

کہ ان کی حیات نامراد کا ہر پہلو چکنا چور ہو جاتا ہے۔ ہندوستان اور مسلمان کی تاریخ اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ ص ۲۸۳

"آج سے بہت پہلے سمندروں میں بڑے بڑے جانور موجود تھے۔ جو غیر اصلح ہونے کی وجہ سے اس طرح مٹ گئے ہیں۔ جس طرح کلدانی و آشوری اعبرانی و یونانی اساسانی و اسلامی صلاحیت حیات کھو بیٹھنے کے بعد تباہ ہو گئے۔" ص ۲۹۵

"ہمارا عصر میں کوئلہ دنیا کی مہیب ترین طاقت ہے۔ اس کے استعمال سے اقوام ربع مسکون کو دہلا رہی ہیں۔ اور ہم تسبیح و تہجد خوان مسلمان استعمال زغال سے ناآشنا ہونے کے باعث ننگ دو عالم بنے ہوئے ہیں۔ خدا جانے مسلم کو قرآن کی یہ آیت کیوں نہ نظر آئی۔ افرایتم النار التی تورون۔ ءانتم انشاتم شجرتها ام نحن المنشئون۔ نحن جعلناها تذکرۃ و متاعا للمقوین۔ یعنی اس آگ (کوئلے) پر غور کرو جو تم جلاتے ہو۔ اس کا درخت زیر زمین میں دب کر کوئلہ بنتا ہے، تم نے پیدا کیا تھا یا ہم نے۔ ہم نے اس کوئلہ کو تازگی حیات اور مفلس اقوام کی سب سے قیمتی متاع قرار دیا ہے۔" ص ۲۹۶

"حُفَّتِ الجَنَّۃُ بِالمَکارِہ" جنت مصائب سے گھری ہوئی ہے۔ کہاں ہیں وہ بے عمل مدعیان اسلام! جو چند نفل پڑھ کر اور دنیا میں کاہل رہ کر جنت کے ٹھیکیدار بنے بیٹھے ہیں۔ ص ۲۹۸

"قرآن حکیم پیام زندگی ہے۔ اور رسول پیمبر زندگی۔ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کہ کوئلہ اور تیل دے اقوام زندہ ہو رہی ہیں۔ بہ الفاظ دیگر یہ اقوام قرآن حکیم کے بعض اصول پر عمل کر رہی ہیں۔ اور پیروان اسلام جو ان معادن کے استعمال سے ناآشنا ہیں۔ مر چکے ہیں۔ ایک مردہ قوم پیرو رسول نہیں ہو سکتی۔ رسول اقوام کو زندہ کرنے کے لئے آتا ہے اور جو مر چکے ہیں یا مر رہے ہیں، وہ کسی صورت میں بھی پیرو پیمبر نہیں کہلا سکتے۔" ص ۲۹۸

(۲۲)

"تاریخ اسلام پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے کے بعد یہ حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے۔ کہ شاعر ہمیشہ زوال و ہلاکت کا قاصد رہا ہے۔ .... اندلس میں عربوں کو تبھی زوال آیا جب وہاں سینکڑوں شاعر پیدا ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ سرکاری خط و کتابت بھی شعروں میں ہوتی تھی۔ ایران میں غزنوی، تیموری اور سلجوقی سیلاب کی طرح اٹھے اور جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ اس فوری زوال کی وجہ ان شعراء کی یاوہ گوئی تھی۔ ان کے قصائد سے سلاطین کو دارا سے ارفع و سما ہونے کا دھوکا لگ جاتا تھا۔ ص ۳۰۲

"ہندوستان میں اردو شعراء کا خروج محمد شاہ رنگیلے کے عہد سے شروع ہوتا ہے اور یہی وہ زمانہ ہے۔ جب خاندان مغلیہ کے آثار زوال ہر سو عیاں تھے۔ عالم شاہ ثانی نواب آصف الدولہ اور بہادر شاہ ظفر کے زمانے میں شاعری کا وہ چرچا ہوا۔ کہ طوفان شعر میں خاندان مغلیہ کا ٹمٹماتا ہوا چراغ گل ہو گیا ...... آج کے ہندوستان کا زوال بحد کمال پہنچ چکا ہے۔ شاعر پورے جوبن پر ہے۔ آئے دن شہروں میں شاعروں کی محفلیں جمتی ہیں۔ دس بیس ہرزہ سرا مل کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ایک صاحب ایک ہی شعر کو بار بار پڑھتے ہیں۔ اور داد لینے کے لئے سامعین کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہیں۔ سامعین شعر کو سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ "خوب"۔ "مکرر"۔ "واللہ"۔ "قلم توڑ دیا ہے"۔ "سبحان اللہ" اور "آہا ہا" کے نعرے لگاتے ہیں۔ اور شاعر صاحب "بندہ نوازی"۔ "قدردانی"۔ "میں کیا ہوں"۔ "نالائق"۔ "پاجی"۔ "جو کچھ ہیں جناب ہی ہیں" کہہ کر داد وصول کرتے ہیں۔ مشاعرے کے بعد ہفتوں احباب سے پوچھتے رہتے ہیں۔ "کہو بھائی رات کا مشاعرہ کیسا رہا؟ مجھے تو فرصت ہی نہیں تھی۔ سکرٹری صاحب کے اصرار پر چند بند موزوں کرلئے تھے کہو کچھ لطف بھی آیا؟" تو شاعر صاحب کے حواری ایک قہقہے کے بعد فرماتے ہیں۔ واللہ آپ کیوں کسر نفسی فرما رہے ہیں۔ آپ کا کلام تو اعجاز تھا اعجاز۔ اگر آج داغ و امیر مینائی زندہ ہوتے تو آپ کا منہ چوم لیتے۔ اس میں کلام نہیں کہ شاعری ایک آرٹ ہے۔ اور لٹریچر کا اہم جزو۔ لیکن تمام قوم کا اس پیشے کو اختیار کر لینا اور جگہ جگہ عشق و شراب کا درس دیتے پھرنا جہاں ہمارے قومی اخلاق کو پست کر رہا ہے، وہیں ہمارے اچھے دنوں کو پیچھے ڈال رہا ہے۔ آج انگلستان، جرمنی اور روس میں کیوں شاعروں کی کثرت نہیں؟ جو اس وقت ہندوستان میں ہے۔ کیا ان لوگوں کے دل جذبات سے خالی ہیں؟ کیا وہاں ماں کو بچے سے محبت نہیں؟ کیا وہاں فطرت رنگین نہیں؟ سب کچھ ہے۔ لیکن فرق ہے۔ تو صرف اتنا کہ ان کے اچھے دماغ سیاسی، اقتصادی، تمدنی، اخلاقی اور عملی گتھیاں سلجھانے میں مصروف ہیں اور ہم مشاعرے منعقد کر رہے ہیں۔ رگ گل سے بلبل کے پر باندھ رہے ہیں۔ اور یار کی کمر معدوم تلاش کر رہے ہیں۔" ص ۳۰۳

"قرآن حکیم ایک کھیتی کی طرح ہے۔ کسی نے اس کو متصوفانہ نگاہ سے دیکھا۔ کسی نے اس کی سحر بیانی کی تعریف کی۔ نیم خواندہ واعظ نے دلچسپ کہانیاں انتخاب کیں۔ اسیر نفس ملا ذکر حور و شراب طہور پر مست ہو گیا۔ مفتیوں نے اسے مسائل فقہی کا ایک ضابطہ سمجھا۔ گدی نشینوں نے سجدۂ تعظیمی کے جواز پر آیات ڈھونڈیں۔ راہب نے ترک دنیا کے دلائل تلاش کئے اور بعض نے اسے منتروں جنتروں اور ٹوٹکوں کی کتاب بنا ڈالا لیکن اس کتاب میں انسان کی سیاسی، اقتصادی و اخلاقی سطوت کے بے بہا گر ملے۔ میں نے نگارستان گیتی کی اس میں تفصیل دیکھی اور مجھے حتماً معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے قول و فعل میں مکمل مشابہت ہے۔ کائنات کیا ہے؟ قرآن کی تفصیل اور قرآن کیا ہے؟ کائنات کا متن ..... محفل گیتی میں شاہد ہستی مستور ہے اور مسلم کا فرض اسے بے نقاب کرنا ہے۔

مرا دل سوخت بر تنہائی او
کنم سامان بزم آرائی او" ص ۳۴۴

صفحہ ۶ سے آگے۔ ہاں! جب ہمارا قادر مطلق خدا جس کا ہمارے دلوں پر قبضہ ہے۔ نعوذ باللہ ہمیں غلط فہمی میں مبتلا ہونے دیتا ہے اور آپ خوش ہیں تو اس سے زیادہ خوش قسمتی کیا ہے۔ بانی حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صداقت کے جنوبی ہند خصوصاً علاقہ ملیبار کیلئے ایک ہی نہیں کئی ایسے نشان ہیں جو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ شاید ساری جماعت کو ان واقعات کا علم نہ ہو۔ پہلے پہل مولوی صدیق صاحب دیندار حیدرآباد سے جن کا تعلق آپ کے ہی ساتھ تھا۔ اٹھے اور اپنے آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کے مطابق مصلح موعود اور یوسف ثانی کا مصداق ٹھہرایا۔ آئے دن پیشگوئیاں سنتے تھے۔ کہ نعوذ باللہ من ذالک حضرت میاں محمود احمد صاحب و حضرت امیر المومنین عنقریب انکی بیعت کر لینگے تم دبی زبان سے اس چیز کا بھی اقرار کرتے تھے کہ اسلام کی کامیابی آخر مارے محمود کے ذریعہ ہو گی پھر اسی طرح ایک شخص محمد عبد اللہ صاحب بیجاپوری نے اس قسم کا دعوی کیا بلکہ اس کبھی ایک قدم آگے بڑھایا کہ میں مسیح موعودؑ سے بھی افضل ہوں۔ روزانہ انکی بھی خوشی سننے میں آتے تھے۔ کہ نعوذ باللہ میاں محمود عنقریب تائب ہو کر ان کو تسلیم کر لینگے۔ اور (خاک دہنش) اگر توبہ نہ کی تو نام و نشان مٹ جائیگا۔

ان فتنوں کے علاوہ مرکز لاہور نے بھی اپنا سارا زور اس علاقہ میں لگایا۔ مولوی شملوی صاحب جنہوں نے اپنی زندگی میں کئی رنگ بدلے تھے اور غالباً مرکز لاہور کے بہترین مناظر تھے کے علاوہ کئی اور نمائندگان بھی تشریف لائے مگر نہ معلوم ریت کے تودوں کی طرح وہ سب کہاں گئے! نہ جھوٹے موعود مصلحین کا نام و نشان رہا نہ انکے نام نہاد ماننے والوں میں زندگی باقی رہی نہ دہریہ حاسدین مصلح موعود کو خدا کی نصرت ملی! آئے اور چلے گئے اور خدا کے قہری ہاتھ نے ان لوگوں کے خاندانوں کو ایسا بیکار کر دیا ہے کہ حق کے طالبوں کیلئے یہی نشان کافی ہے۔ وہ لوگ جو حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کو تباہ کرنے کیلئے پیشگوئیاں کرتے تھے آج ان لوگوں کے خاندانوں کی حالت کو ہم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور شاید اسکی کچھ جھلک آپکو وہاں بھی دکھائی دے رہی ہے

محترمی ایڈیٹر صاحب! اگر کسی شخصیت یا فاضل سے انسان غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے تو آپ لوگوں نے تو اپنے دل اگل کر اس خلافت میں رکھ دیئے تھے۔ مگر سب بیچ۔ یہاں ہماری غلط فہمی ضرور دور ہونی چاہیئے۔ ہم محترمی بٹ صاحب کو اھلاً و سھلاً و مرحبا کہتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ ہمارے اس عزیز کا سفر مبارک ہو اور اپنی آنکھوں سے مصلح موعود کی صداقت کے نشانات دیکھ کر حق کو قبول کرے۔ شاید خدا تعالیٰ اس عزیز کے اخلاص کو نواز دے۔

باقی رہا اب دنیا کو دھوکہ دینے کا سوال تو خدا جانتا ہے کہ ہم تو نہیں کہتے۔ اب آپ لوگوں اور آپ جیسی دوسری جماعتوں کی نام خبروں نے بھی بڑا سخت تجویز کیا ہوا ہے۔ ایسی سکیمیں چلنی بڑی مشکل ہے۔ گو حالات کے تغیرات سے فائدہ آپ لوگ ضرور اٹھاتے ہیں۔ اور عام لوگوں میں اشتعال پیدا کرنیکے لئے آپ حضرات کے پاس بہت قسم کے ہتھیار ہیں۔ مگر اب خود بخود اسی راستہ کو اختیار کر رہے ہیں۔ اور مصلح موعود کی دن دونی اور رات چوگنی ترقی کو دیکھ کر آپ لوگوں کو بھی معلوم ہو رہا ہے کہ صرف کتب فروشی سے ہی جماعت میں ترقی نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ خدا کے حکم پر چلنے سے ہی اسکی برکت نازل ہوتی ہے۔ جو امارت اور صدارت کے دو الگ الگ وجودوں کی اب سمجھ نہیں آئی؟ یہی وہ چیز تھی جسکو علوم ظاہری و باطنی سے پر شخصیت آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتی تھی کہ بے شک انجمن کا صدر بھی ہونا چاہیئے مگر خدا کے قانون کے مطابق ایک اور ایسی شخصیت کا ہونا لازمی ہے جو تمام جماعت اور انجمن کی قیادت فرمائے! اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اختلاف مسئلہ خلافت یا جانشینی سے نہ تھا بلکہ اغراض ذاتی نے تباہ کیا ہے۔ اختلاف مسئلہ نبوت یا غیر نبوت کا نہ تھا بلکہ اس کی تہ میں موجودہ زمانہ کا مادی فلسفہ کام کر رہا تھا، جن اصول کو قبول کرتے تھے مگر کردیں جھکتی نہ تھیں۔

بیشک ان دنوں حالات سے فائدہ اٹھا کر پیغام صلح نے پورے بایجود ابدا اللہ اور آپکے جان نثاروں کے خلاف اختلال انگیزی کی دیرینہ عادت کے مطابق زہر اگلنا شروع کیا ہے اور بار بار وہی نیا ہی کی پیشگوئیاں ہونی شروع ہوئی ہیں جو کسی وقت قادیان سے نکلتے وقت ان حضرات نے کی تھیں۔ مگر افسوس آپ حضرات نے تجربہ سے بھی فائدہ نہیں اٹھایا۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ جس طرح آپ حضرات بظاہر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت رکھنے کا دعوی کرتے ہیں خدا تعالیٰ آپ کو صرف اسمی رسمی طور پر احمدیت کا جزو دار فرد ہونے کی بجائے احمدیت کے حقیقی دائرہ میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

رپورٹ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ قادیان

ماہ اپریل تا جولائی ۱۹۵۳ء

از محترمہ سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ سلمہا اللہ تعالیٰ جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ قادیان

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا ہوا ہے بڑی عمر کے بزرگوں۔ نوجوانوں اور جماعت کی مستورات کے لئے علیحدہ علیحدہ مجالس مقرر فرمائی ہیں۔ جماعت کی مستورات کی مجلس کا نام "لجنہ اماء اللہ" ہے۔

تقسیم ملک کے بعد کچھ عرصہ مرکز قادیان میں یہ تنظیم قائم نہ رہ سکی۔ کیونکہ قادیان کی مستورات غیر معمولی حالات کی وجہ سے قادیان سے ہجرت کر گئیں۔ بعد میں حالات بہتر ہو جانے کی وجہ سے جہاں ہندوستان سے بہت سی مستورات قادیان آ کر بس گئیں۔ وہاں بھارت کی مرکزی حکومت کی خاص توجہ سے قادیان کے مقیم درویشان کے اہل و عیال کو پاکستان سے آ کر قادیان میں مستقل رہائش اختیار کرنے کی اجازت مل گئی۔ اور اس طرح لجنہ اماء اللہ کی تنظیم از سر نو جماعت احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان میں قائم ہو گئی۔

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ قادیان کے عہدہ داران کی فہرست حسب ذیل ہے:۔

صدر محترمہ مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر بشیر احمد صاحب۔
جنرل سیکرٹری۔ سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ
سیکرٹری مال۔ ناصرہ بیگم صاحبہ اہلیہ مولوی عبدالرحمن صاحب فاضل امیر جماعت قادیان
سیکرٹری تعلیم۔ نزہت آراء بیگم صاحبہ بنت حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت
سیکرٹری ناصرات الاحمدیہ۔ رضیہ سلطانہ صاحبہ اہلیہ مولوی محمد حفیظ صاحب فاضل بقاپوری

شعبہ تربیت و اصلاح۔ خدمت خلق اور تبلیغ کے لئے علیحدہ سیکرٹریاں بوجہ کام کرنے والیوں کی قلت کے مقرر نہیں کی جا سکیں۔

دفتر مرکزیہ کی طرف سے بیرونجات کی لجنات سے باقاعدہ خط و کتابت شروع کر دی گئی ہے۔ اور انہیں لجنہ کے فرائض کو سر انجام دینے کی طرف بار بار بذریعہ خطوط توجہ دلائی جاری ہے لیکن افسوس کے ساتھ یہ اظہار کیا جاتا ہے کہ سوائے ان لجنات کے جن کے نام بعد میں درج کئے جائیں گے مگر باقی لجنات کی طرف سے ماہانہ رپورٹ دفتر مرکزیہ میں موصول نہیں ہو رہی۔ اور یہ بات عیاں ہے کہ جب تک لجنات اپنی ماہانہ رپورٹ مرکز میں نہ بھجوائیں۔ اس وقت تک ان کے کاموں کی نگرانی نہیں کی جا سکتی۔ پس میں امید کرتی ہوں کہ بھارت کی تمام لجنات باقاعدگی سے اپنی ماہانہ رپورٹ مرکز میں بھجوایا کریں گی۔ دفتر مرکزیہ میں جن لجنات کی طرف سے رپورٹیں موصول ہو چکی ہیں۔ ان کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

لجنہ اماء اللہ مقامی قادیان:۔ ماہ اپریل

۱۹۵۳ء سے آخر جولائی ۱۹۵۳ء تک دس اجلاس منعقد ہوئے۔ جن میں قرآن کریم کے ترجمہ اور تفسیر کے علاوہ حدیث شریف اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھ کر سنائی گئیں اور ممبرات نے مختلف مسائل پر تقریریں کیں شعبہ تعلیم کے انتظام کے ماتحت چودہ بہنیں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ آٹھ بہنیں فاکس ڈے اور چھ بہنیں محترمہ اہلیہ حکیم خلیل احمد صاحب سے تعلیم پا رہی ہیں۔ خدا تعالیٰ ان سب بہنوں کو قرآن کریم پڑھنے اور اس کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ شعبہ مال۔ مبلغ ۳/۱۴/۳۵ چار ماہ کا چندہ لجنہ اماء اللہ وصول کیا گیا۔

شعبہ ناصرات الاحمدیہ۔ قادیان میں مقیم چھوٹی بچیوں کی تعلیم و تربیت وغیرہ کا کام بھی شعبہ کے ماتحت سر انجام دیا گیا۔ اور اس عرصہ میں دو اجلاس منعقد ہوئے۔

شعبہ خدمت خلق کے ماتحت بعض مستحقین کی مالی امداد کی گئی اور بعض بہنوں نے اپنی ہمسایہ بہنوں کی بیماری کے ایام میں ان کی خدمت کی۔

لجنہ اماء اللہ حیدر آباد دکن۔ اس لجنہ کی طرف سے مرکز میں جو رپورٹ موصول ہوئی ہے۔ اس میں صرف انتخاب عہدیداران کا ذکر ہے۔ باقی جملہ شعبہ جات کے متعلق کسی قسم کی رپورٹ موصول نہیں ہوئی۔

لجنہ اماء اللہ بنگلور۔ اس لجنہ کا اس عرصہ میں صرف ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں ممبرات کو اسلامی تعلیم سے آگاہ کیا گیا اور انہیں اپنے فرائض کی آگاہی کی طرف توجہ دلائی گئی۔

شعبۂ مال۔ مبلغ ۹/۱/۔ روپیہ چندہ وصول کیا گیا۔ شعبۂ خدمت خلق کے ماتحت ایک غریب بڑھیا کی مالی امداد کی گئی۔ پڑوس کی بعض بیمار بہنوں کی دوا منگوا کر دی گئی۔ کپڑے دھو کر دیئے گئے۔ اور دستکاری سکھائی گئی۔ شعبہ تبلیغ کے ماتحت بعض ٹریکٹ تقسیم کئے گئے۔ اور ختم نبوت کے مضمون پر بعض عورتوں کو تبلیغ کی گئی۔ اور انہیں ختم نبوت کی اصل حقیقت بتائی گئی۔ شعبۂ تربیت و اصلاح کے ماتحت بہنوں کو مجالس کے آداب بتائے گئے نمازوں میں باقاعدگی اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی۔

لجنہ اماء اللہ بھاگلپور۔ دو ماہ باقاعدہ اجلاس کیا گیا۔ جس میں بچوں کی تربیت کی طرف خاص توجہ دینے اور مسجد میں خطبہ جمعہ اور دوسری تقاریر کو توجہ سے سننے کی طرف توجہ دلائی گئی۔

شعبہ مال۔ مبلغ ۵/۔ روپے چندہ وصول کیا گیا۔ شعبہ خدمت خلق کے ماتحت ایک غریب بہن کے کپڑے سی دیئے گئے۔ ایک پڑوسن کی بیماری میں اسے دوا منگا کر دی گئی۔ اور اس کی خدمت کی گئی۔ شعبہ تعلیم کے ماتحت مختلف ٹریکٹ دیئے گئے۔ اور دو افراد کو زبانی تبلیغ کی گئی۔ شعبہ تربیت و اصلاح کے ماتحت بہنوں کو جماعت کے چندے باقاعدگی سے ادا کرنے اور درویش فنڈ کی تحریک میں حصہ لینے۔ تحریک جدید دفتر دوم میں شرکت اختیار کرنے اور اخبار بدر کی خریداری کی طرف توجہ دلائی گئی۔ شعبہ تعلیم کے ماتحت مرکز کی طرف سے ہونیوالے امتحان کے علاوہ بہنوں کو کتاب "احمدی اور غیر احمدی میں فرق" اور کتاب "مقامات النساء" کی تعلیم دی گئی۔ اور ان کا امتحان لیا گیا۔ اسی طرح نماز با ترجمہ کا امتحان لیا گیا۔ اور سید وزارت حسین صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ سے ذکر حبیب پر ایک لیکچر کروایا گیا۔

لجنہ اماء اللہ بہرام پور بنگال۔ اس لجنہ کی طرف سے مبلغ ۱/۔ چندہ وصول کیا گیا۔ لجنہ کے تبلیغی اجلاس منعقد کئے گئے۔ شعبہ تعلیم کے ماتحت پانچ بہنیں قاعدہ یسرنا القرآن اسلام کی پہلی کتاب اور قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ رہی ہیں

مندرجہ بالا رپورٹ سے یہ امر صاف طور پر واضح ہوتا ہے۔ کہ بھارت کی اکثر لجنات اپنے فرائض کو ادا نہیں کر رہیں۔ اور ان پر ایک مردنی چھائی ہوئی ہے۔ لجنات کی موجودہ حالت غایت درجہ افسوسناک ہے۔ میں تمام لجنات کی عہدہ داران اور اُن جماعت کے امراء اور پریذیڈنٹ صاحبان کی خدمت میں درخواست کرتی ہوں۔ کہ وہ احمدی بہنوں کی تربیت و اصلاح اور ان میں صحیح اسلامی روح پیدا کرنے کی طرف خاص توجہ دیں گے۔

اس زمانہ میں اسلام کے احیاء کا کام جماعت احمدیہ کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور جماعت احمدیہ اس وقت ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ جماعت کی مستورات بھی جماعت کے مردوں کے ساتھ ساتھ اپنے فرائض منصبی ادا نہ کریں۔ اور صحیح رنگ میں خدمت دین بجا لائیں۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں وقت کی نزاکت کو سمجھنے اور صحیح رنگ میں کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آخر میں ایک بار پھر میں تمام لجنات کے عہدہ داران سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ باقاعدگی سے اپنی ماہوار رپورٹ دفتر مرکزیہ میں بھیجا کریں۔ اور رپورٹ کے فارموں کے تمام خانوں کو صحیح رنگ میں پُر کیا کریں تاکہ مرکز کو ان کی مساعی سے پوری طرح آگاہی ہو سکے۔

سفید جھوٹ

قادیان میں جو یوم آزادی کی تقریب منائی گئی اس میں احمدیوں کی شمولیت کے متعلق کسی بدباطن دروغگو نے یہ خبر مختلف اخبارات میں شائع کرائی ہے کہ احمدیوں نے اس دفعہ یوم آزادی کی تقریب میں شمولیت نہیں کی۔ یہ اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ اسکی تردید کرتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔ احمدیہ جماعت شروع دن سے ہی جس اہتمام اور شان سے آزادی کی تقریبات میں شامل ہوتی رہی ہے وہ اسی کا حصہ ہے۔ ہاں یہ ضرور دیکھا گیا ہے کہ ایسی خبریں شائع کرانے والے اور فرقہ وارانہ منافرت پیدا کرنیوالے ملک کے درپردہ دشمن ایسی تقاریب میں اپنی غیر حاضری سے ہی نمایاں ہوتے ہیں۔ اکثر ان نام نہاد خیر خواہاں ملک کی دکانیں اور کاروبار عین جھنڈا لہرانے کی رسم کے وقت بھی کھلے اور جاری رہتے ہیں۔ اور انہوں نے کبھی اتنی قربانی بھی پیش نہیں کی۔ کہ چند منٹ کے لئے قومی تہواروں میں شمولیت اختیار کر سکیں۔

امسال بھی احمدیہ جماعت نے اپنی روایات کے شایان شان نہ صرف یہ کہ دیدہ زیب جلوس نکالا۔ اور جلسہ اور جھنڈا لہرانے کی رسم میں شمولیت کی بلکہ بہت سی رقوم خرچ کر کے ذمہ دار نمائندگان حکومت کو مبارکباد کے تار بھی ارسال کئے۔

ہمارے ملک کی یہ بدقسمتی ہے کہ اس قسم کی جھوٹی اور شر انگیز خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں اور ایک ایسی جماعت کے متعلق جو اپنی وفاداری اور پابندئ قانون کے لئے مشہور ہے اور بے داغ تاریخ رکھتی ہے۔ خواہ مخواہ بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

آنحضرت صلعم ہی تمام رسولوں سے افضل زندہ اور آخری رسول ہیں!

غیر احمدی دوستوں سے خطاب

کوئی کمزور سے کمزور مسلمان کہلانے والا بھی اس بات کو پسند نہیں کرے گا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو عام انسانوں کی طرح زمین کے اندر دفن ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو حضور صلعم سے کم درجہ کے رسول ہیں۔ وہ دو ہزار برس سے زندہ آسمان پر خدا کی گود میں عرش پر جلوہ گر ہوں؟

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پہ
مدفون ہو زمیں میں شاہ جہاں ہمارا

اس بات پر نہایت ہی تعجب آتا ہے کہ دنیا کے تمام غیر احمدی مسلمان متفقہ طور پر منہ سے تو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی تمام رسولوں سے افضل اور خاتم النبیین ہیں۔ جن کے بعد اب کسی قسم کے نبی یا رسول کی مطلق ضرورت نہیں۔ اور اسکے علاوہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم اپنے پیارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کو برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ آخری زمانہ میں جبکہ دنیا کے اندر حد درجہ کی تاریکی اور ظلمت چھا جائے گی اور فتنہ و فساد و انتہائی درجہ پر پہنچ جائینگے۔ اسلام کمزور ہو جائے گا۔ اُمتِ محمدیہ بھی بگڑ جائیگی مسلمان صرف نام کے مسلمان رہ جائیں گے اور ایمان دنیا سے مٹ جائے گا۔ اور عیسائی مذہب زوروں پر ہوگا۔ تو اس وقت خداوند تعالےٰ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو آسمان سے نازل فرما کر دنیا کی تمام بگڑی ہوئی قوموں اور اُمتِ محمدیہ کی اصلاح کروائے گا۔ اور دنیا کے فتنہ و فساد کو دور کر کے تمام دنیا کے اندر امن و امان پیدا کرے گا۔ جس کے معنے یہ ہوئے کہ گویا اُمتِ محمدیہ کے اندر کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں رہا۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے اُمتِ محمدیہ کی دستگیری اور رہنمائی کر سکے۔ اور نہ ہی خود حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک میں نعوذ باللہ من ذالک کسی قسم کی کوئی طاقت یا قوتِ قدسیہ کی کوئی جھلک باقی ہے کہ جس کی طفیل اُمتِ محمدیہ ہلاکت سے نجات پا سکے۔ ہاں اب اگر کوئی ایسا کامل اور افضل نبی ہو سکتا ہے جس میں کہ اعلیٰ قسم کی قابلیت پائی جاتی ہے اور جو دنیا کی بگڑی ہوئی قوموں اور اُمتِ محمدیہ کی اصلاح کر سکتا ہے۔ تو وہ محض حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہی ہیں۔ جن کو خدا نے اُن کی قابلیت کے مطابق بنی اسرائیل کی صرف ایک قوم کی طرف رسول کر کے بھیجا تھا۔ جس پر چند گنتی کے لوگ ایمان لائے تھے۔ اور ان میں سے بھی بعض مصیبت اور امتحان کے وقت حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے منہ پر بُرا بھلا کہتے ہوئے مرتد ہو کر بھاگ گئے تھے۔ سو اب ایک عقلمند انسان کو سوچنا اور غور کرنا چاہیئے۔ کہ جو نبی ایک قوم کے چند افراد کی بھی اصلاح نہ کر سکا۔ بھلا وہ آخری زمانہ کی سخت بگڑی ہوئی تمام دنیا کی قوموں کی کس طرح اصلاح کر سکتا اور ان کو راہ راست پر لا سکتا ہے۔

اب اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ آخری زمانہ میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہی آئیں گے۔ دو ہزار سال سے اسی جسم خاکی کے ساتھ زندہ آسمان پر موجود خیال کئے جاتے ہیں۔ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہی خدا کے پیارے اور سب رسولوں اور نبیوں حتیٰ کہ سید المرسلین و خاتم النبیین سردارِ دو جہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی نعوذ باللہ من ذالک افضل۔ زندہ اور آخری نبی ہیں۔ کیونکہ جب خداوند تعالےٰ کو دنیا کی اصلاح کروانے کی سخت ضرورت پیش آئی تو اُس وقت حضرت عیسےٰ علیہ السلام۔ کے بغیر کوئی چارہ نہیں رہا۔

پس اب ہر ایک عقلمند مندرجہ بالا بیان سے خود نتیجہ نکال سکتا ہے کہ خدا کا پیارا اور سب رسولوں اور نبیوں سے افضل اور آخری نبی کونسا نبی ہوا۔ آیا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا بنی اسرائیل کے نبی حضرت عیسےٰ علیہ السلام؟ افسوس! صد افسوس! پھر مسلمان کہلانے والے اپنے منہ سے یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم اپنے پیارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے پیار و محبت رکھتے ہیں۔ اور آنحضور صلعم کی ہتک کو برداشت نہیں کر سکتے۔ حالانکہ وہ خود اپنے پیارے اور سب سے پیارے افضل الرسل رسول صلعم کی سخت ہتک کر رہے اور ایک کبیرہ گناہ کے مرتکب بن رہے ہیں۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ آخری زمانہ میں ایک عیسےٰ علیہ السلام یعنی مسیح موعودؑ آکر بگڑی ہوئی دنیا کی اصلاح کر کے اس کو راہ راست پر لائیں گے۔ لیکن وہ اُمتِ محمدیہ میں سے ہی حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بروز ہوں گے جن کا دنیا میں آنا گویا حضرت رسول کریم صلعم ہی کا آنا ہوگا۔ جن کا کثرت سے ذکر حدیثوں میں اور قرآن مجید میں پایا جاتا ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ تفصیل چاہتا ہے اس لئے اس کو انشاء اللہ اگلی اشاعت میں ثابت کیا جائے گا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ثبوت دیا جائے گا کہ جس مسیح کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ دو ہزار برس سے زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں۔ وہ قرآنی تعلیم کے مطابق فوت ہو چکے ہیں۔ اور وہ ہرگز دنیا میں نہیں آسکتے۔

ابن مریم مر گیا حق کی قسم
داخل جنت ہوا وہ محترم
مارتا ہے اسکو فرقاں سر بسر
اسکے مر جانے کی دیتا ہے خبر
وہ نہیں باہر رہا اموات سے
ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے

لہٰذا میرا منشاء یہ ہے کہ جو عقیدہ کہ رکھنے سے آنحضرت صلعم کی نعوذ باللہ کسر شان یا ہتک ہوتی ہو وہ عقیدہ لعنتی اور شیطانی ہوتا ہے اسلئے ہر ایک مسلمان کو چاہیئے کہ اسکو فوراً چھوڑ کر ثواب دارین حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مسلمان بھائیوں کو حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خاکسار منشی محمد سلطان درویش بھیروی از دار المسیح قادیان

یادِ رفتگان!

کسی انسان کا دنیا میں پیدا ہونا ہی اس بات کی کافی دلیل ہے کہ اب اُس کے فنا ہونے کے دن قریب آ گئے ہیں۔ اصلاحِ نفس کے لئے موت کی یاد تازہ رکھنا ایک بہت بڑا گُر ہے کل یعنی ۴ر اگست کو راولپنڈی سے ایک احمدی بھائی کا خط آیا ہے جس میں ممدوح لکھتے ہیں کہ ۲۶/۷/۵۳ کو بروز اتوار بوقت ۴ بجے شام جناب عبد العلی خان صاحب احمدی کا انتقال ہو گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم پوروہ ضلع اناؤ۔ یو۔ پی کے رہنے والے تھے۔ اور میری اہلیہ صاحبہ کے رشتہ کے چچا ہوتے تھے۔ مجھے مرحوم کی بیعت کا زمانہ تو یاد نہیں۔ لیکن یہاں تک میرا خیال ہے حضرت خلیفۃ المسیح اول کے زمانہ کے احمدی تھے۔ جس زمانہ میں اور جس ماحول میں وہ احمدی ہوئے تھے۔ حالات اور واقعات کے لحاظ سے بڑے سخت ایام تھے۔ مرحوم کے والد احمدیت کے ایک خاموش لیکن کٹر مخالف تھے۔ مرحوم جوانی میں اپنے بڑے بھائی جناب قبلہ مولوی ممتاز علی خان صاحب جو آجکل کراچی میں ہیں۔ اُن کی تبلیغ سے احمدی ہوئے تھے۔ احمدی ہونے کے بعد بلا مبالغہ وہ دن بدن تبدیل ہوتے گئے اور ان پر ہر روز خدا ترسی کا ایک نیا رنگ چڑھتا گیا۔ سلسلے کی کتابیں شوق سے پڑھی تھیں۔ تبلیغ میں خوب حصہ لیتے تھے۔ مخالفین کے لٹریچر پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ نماز میں وقت پر اور سنوار کے پڑھتے تھے۔ بڑے سیر چشم اور کنبہ پرور آدمی تھے۔ جوانی سے اب تک اپنی محنت کی کمائی کھائی۔ بے کار بیٹھنا اور بے کار بیٹھ کر دوسروں کی روٹیاں کھانا اس کو انسانیت کی بازین اور احمدیت کی تعلیم کے قطعی خلاف سمجھتے تھے۔ بلا دطن کے بعد مصائب کی وجہ سے بہت ضعیف ہو گئے تھے۔ لیکن ہمت اور قابلِ رشک محنتی آدمی تھے۔ مجھ گنہگار سے بڑی محبت کرتے تھے۔ معیدی کے دنوں میں بھی عام طور پر کچھ ہمیشہ خط لکھتے رہتے تھے۔ خطوط میں دنیا کی باتیں کم لکھتے تھے۔ بلکہ سلسلے کے حالات۔ جماعت کی سرگرمیاں اور تبلیغی کوائف وغیرہ ہی زیادہ لکھتے تھے اپنے غیر احمدی بھائیوں سے بھی بڑی محبت کرتے تھے۔ مرحوم کی خود کوئی اولاد نہ تھی۔ ایک غیر احمدی بھائی کی لڑکی کو اپنی اولاد کی طرح پرورش کرتے تھے۔ اور اس لڑکی کو اپنے ساتھ ہی لے گئے تھے۔ بڑے ملنسار اور زندہ دل آدمی تھے۔ خدا تعالےٰ مرحوم کو اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے۔ اور اعزا کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ ہندوستان کی جن جماعتوں سے خاکسار کے تعلقات ہیں۔ اُن سے عام طور پر اور قادیان کے درویشوں سے خصوصاً میں نماز جنازہ ادا کرنے کی خاکسارانہ درخواست کرتا ہوں۔

غمزدہ سید ارشد علی احمدی

عید الاضحی کے موقعہ پر قادیان میں قربانی دینے والوں کے اسماء

(۱) مکرم مولوی عبد الرحمٰن صاحب امیر مقامی
(۲) محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
(۳) مکرم مرزا برکت علی صاحب آف آبادان

باہر کے احباب جنہوں نے قادیان میں قربانیاں کرنے کے لئے رقوم بھجوائیں

(۱) فضل احمد صاحب لائل پور
(۲) عبد العزیز صاحب فیروز پوری
(۳) محترمہ والدہ صاحبہ مولوی برکات احمد صاحب راجیکی
(۴) ڈاکٹر محمود احمد صاحب
(۵) غلام محمد صاحب منٹگمری
(۶) محترمہ اہلیہ صاحبہ چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر
(۷) مکرم ڈاکٹر بدر دین صاحب بورنیو
(۸) مکرم حاجی عبد الکریم صاحب [illegible]
(۹) حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ
(۱۰) مکرمہ عزیزہ بیگم صاحبہ تو شہر دلاہور
(۱۱) محمود الحسن صاحب دہلی (۱۲) بشیر محمد صاحب دہلی

(امیر جماعت احمدیہ قادیان)

بجٹ کو پورا کرنا ہر احمدی کا فرض ہے

عہدیداران اور احباب جماعت فوری توجہ فرمادیں

صدر انجمن احمدیہ کا مالی سال مئی ۱۹۵۳ء سے شروع ہو چکا ہے۔ جملہ جماعتوں کو بجٹ سال رواں کی منظوری بھجوائی جا چکی ہے۔ سال رواں کی پہلی سہ ماہی کی آمد کا جائزہ لینے سے معلوم ہوا ہے۔ کہ جماعتوں کی طرف سے ندریجی بجٹ کے مطابق چندہ وصول نہیں ہو رہا بلکہ بعض جماعتوں کی طرف سے ان تین ماہ کے عرصہ میں ایک پائی چندہ وصول نہیں ہوا۔ جماعت احمدیہ بفضلہ تعالیٰ ایک زندہ اور قربانی کرنے والی جماعت ہے۔ اس لحاظ سے بعض جماعتوں کی اپنے ادائیگی ذمہ میں اس قدر غفلت قابل افسوس ہے۔ چنانچہ جملہ جماعتوں کو ان کے منظور شدہ بجٹ ۱۹۵۳/۱۹۵۴ء کی نسبت سے تین ماہ کی متوقع آمد اور اس کے مقابل پر اصلی آمد چندہ جات نیز بقایا کی پوزیشن سے اطلاع دیتے ہوئے ادائیگی چندہ جات کے لئے تاکیدی ہدایت بھجوائی جا چکی ہے۔ بذریعہ اعلان ہذا جملہ احباب جماعت کو بالعموم اور عہدیداران کو بالخصوص توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ ادائیگی چندہ جات کی طرف فوری توجہ فرما کر سابقہ کوتاہی کا ازالہ فرمادیں۔ اور کوشش کریں کہ ماہ اگست کے آخر تک پہلے چار ماہ کا سو فیصدی چندہ ادا ہو جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رسالہ الوصیت کے صفحہ ۹ پر ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ

" خدا کی رضا کو تم پا ہی نہیں سکتے۔ جب تک تم اپنی رضا کو چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر۔ اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ۔ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اٹھا لو گے۔ تو ایک پیارے بچے کی گود میں آجاؤ گے۔ اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے۔ جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے"۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہر فرد کو اپنے بجٹ کی مقررہ رقم کو بہر حال پورا کرنے کی تاکید کرتے ہوئے تنبیہ فرماتے ہیں :-

" یاد رکھنا چاہیئے بجٹ کو پورا کرنا مجھ پر احسان نہیں۔ نہ سلسلہ پر احسان ہے۔ نہ خدا پر احسان ہے۔ جو . . . . . . خدا کے دین کی خدمت کے لئے کچھ دیتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ سے سودا کرتا ہے اور اس سودے کو پورا نہ کرنے کی وجہ سے خدا کے نزدیک جواب دہ ہے۔ اور جس قدر کمی رہتی ہے۔ وہ اس کے نام بقایا ہے۔ اگر وہ اس دنیا میں ادا نہیں کرتا۔ تو جب خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا۔ خدا تعالیٰ فرمائے گا۔ جاؤ جہنم میں بقایا ادا کر کے آؤ"۔

سلسلہ کی موجودہ غیر معمولی مشکلات اور ضروریات اس امر کی مقتضی ہیں کہ جماعت کا ہر فرد اپنی مالی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے فرض شناسی کا ثبوت دے۔ (ناظر بیت المال قادیان)

صفحہ نمبر ۲ سے آگے۔ ۔ ۔ عید

قربان کی روح قائم نہیں رہ سکتی۔

پھر اسلامی اخلاق کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی نہایت ضروری ہے۔ کہ اسلامی شعار کو قائم کیا جائے۔ کیونکہ جس طرح ظاہری جانور کی قربانی اس بات کی علامت ہے کہ قربانی کرنے والے شخص کی روح خدا تعالیٰ کے آستانہ پر محبت کے جذبہ کے ماتحت قربان ہونے کو تیار ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان کا سب سے مقدم فرض یہ ہے۔ کہ اس کی ظاہر شکل وشباہت بھی اسلامی ہو۔ ایک زمانہ سے مغربیت کی ایسی سموم ہوا چل رہی ہے کہ اب ظاہری شکل سے یہ اندازہ لگانا بہت ہی مشکل نظر آتا ہے۔ کہ آیا کوئی مسلمان نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا فرد ہے یا دیگر قوموں میں شامل ہے

اصل بات یہ ہے کہ جب کسی شخص کو کسی سے محبت ہوتی ہے تو ظاہری شکل میں بھی اس سے مشابہت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس اگر ایک مسلمان کو اپنے مذہب اسلام سے محبت ہے تو اسے یہ قربانی ضرور کرنی چاہیئے جس سے وہ دوسروں سے ممتاز نظر آئے اور اس کا ظاہر اس کے باطن کی طرح اسلامی شعار کا حامل ہو۔

پھر قربانی میں تسلیم ورضا کا سبق دیا گیا ہے۔ یعنی جس طرح ایک جانور جسے ذبح کیا جاتا ہے اپنے مالک کے سامنے اپنی گردن رکھ دیتا ہے۔ ایسے ہی ایک سچے اور حقیقی مسلمان کا فرض ہے کہ اس رضا کے حصول کے لئے اپنی تمام خواہشات کو چھوڑ کر اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دے ایسی صورت میں اس کے لئے ایک عالمگیر انقلاب لانے میں کچھ مشکل نظر نہ آئے گی۔ کیونکہ اس نے تو اپنا سب کچھ اپنے پروردگار کے حوالہ کر دیا اور اس کی رضا کو اپنی رضا پر مقدم کر لیا۔ (خاکسار محمد حفیظ بقاپوری)

چندہ عام پوری شرح سے نہ دینے والے احباب

ایسے احباب کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے۔ کہ مجلس مشاورت ۱۹۴۸ء میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ " جو افراد جماعت اپنا چندہ عام پوری شرح سے ادا نہیں کرتے اور کم شرح سے دینے کے لئے اجازت بھی حاصل نہیں کرتے۔ اور نظارت بیت المال کی تحریص وتحریک کے باوجود اپنی اس حالت پر مصر رہتے ہیں۔ ان کا معاملہ نظارت بیت المال کی طرف سے مناسب سزا کے لئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے سامنے پیش کیا جائے"۔

حضور کا یہ ارشاد اس بات کا مقتضی ہے کہ اس کو صرف پڑھنے اور سننے تک ہی محدود نہ رکھا جائے۔ بلکہ ہر ایک جماعت میں جس قدر ایسے دوست ہوں جو پوری شرح سے چندہ نہیں دیتے۔ ان کو اس فیصلہ سے پورے طور پر آگاہ اور متنبہ کر کے ان سے مطالبہ کیا جائے۔ کہ یا تو وہ اپنے مخصوص حالات اور معذوریوں کو مقامی جماعت کے توسط سے پیش کر کے مرکز سے شرح چندہ کی تخفیف کو منظور کرائیں۔ یا پوری شرح سے چندہ ادا کرنے کی پابندی کریں ورنہ ان کا معاملہ مناسب سزا کے لئے حضور کے پیش کیا جائے گا۔ لہٰذا بذریعہ اعلان ہذا ایسے احباب کو سمجھانے کے لئے تین ماہ کا عرصہ مہلت دی جاتی ہے۔ اس کے بعد جماعتوں سے ایسے دوستوں کے متعلق نام بنام رپورٹ لی جائے گی۔ جو بغیر حصول اجازت کم شرح سے دینے پر مصر ہیں۔ بعد ازاں ایسے لوگوں کا معاملہ آخری فیصلہ کے لئے حضور کے پیش کیا جائے گا۔

(ناظر بیت المال قادیان)

اعلان برائے رشتہ

ایک تعلیم یافتہ تندرست نوجوان عمر ۲۲ سال کے لئے رشتہ درکار ہے۔ جو کاروبار کرتے ہیں جس سے ذاتی آمد دو سے تین سو روپیہ ماہوار ہوتی ہے۔ یہ احمدی نوجوان اپنے والد کے اکلوتے بیٹے ہیں۔ جن کی آمد میڈیکل پریکٹس سے پندرہ سو روپیہ ماہوار ہے۔ اور کاشتکاری زمین سے بھی سالانہ آمدنی ہزاروں روپیہ ہے۔ اور شہر میں علاوہ مکان موروثی، دیہات کے ایک ذاتی عمارت تیار کردہ میں رہتے ہیں۔ جو نہایت باموقع مقام پر واقع ہے۔ نوجوان موصوف کی والدہ کو بھی بذریعہ کاروبار وزمین کاشت کے چار ہزار روپے سالانہ آمد ہوتی ہے۔ یہ نوجوان خود ایک مخلص احمدی ہے اور بہار کے ایک قدیم "سید احمدی" خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ایک صحابی مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے ہیں۔ لڑکی تعلیم یافتہ، خوبصورت وخوب سیرت اور تندرست ہونی چاہیئے۔ جو شریف ونجیب خاندان سے تعلق رکھتی ہو۔ اور خود سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کتابوں اور تعلیم سے واقفیت رکھتی ہو۔ ذیل کے پتے پر خط وکتابت کی جائے۔

" سید وزارت حسین پراونشل امیر جماعت احمدیہ۔ بہار۔

ضروری درخواست دعا

حضرت سیدہ ام داؤد احمد صاحبہ بیگم حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عرصہ سے بیمار چلی آتی ہیں۔ ابھی تک ان کی صحت میں نمایاں افاقہ نہیں ہوا۔

احباب سیدہ موصوفہ کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔ کہ خدا تعالیٰ ان کو کاملہ وعاجلہ صحت عطا فرمائے۔

مکرم حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم وتربیت کا دورہ (بہار)

مکرم حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم وتربیت ماہ اگست کے آخری ہفتہ سے صوبہ بہار کی جماعتوں کا دورہ کر رہے ہیں۔ اور ۲۳/۲۴-۸ کو ان کا وفد صوبہ بہار میں داخل ہو جائے گا۔ وہ اپنے پروگرام سے جماعتوں کو خود مطلع کریں گے۔ مقامی عہدیداران مطلع رہیں۔ ناظر تعلیم وتربیت قادیان

تصحیح

اخبار بدر مورخہ ۱۴؍اگست میں صفحہ ۱۱ کالم ۱ پر زائن سیکرٹریان تعلیم وتربیت کے عنوان سے ایک اعلان شائع ہوا ہے جو سہو کاتب سے نظارت بیت المال کی طرف منسوب کیا گیا ہے حالانکہ یہ اعلان تعلیم وتربیت کا ہے، احباب تصحیح فرمائیں۔

سرکاری اطلاع

پرجا سوشلسٹ پارٹی کے سیکرٹری نے اخبارات کے نام ایک بیان جاری کیا ہے۔ جس میں انہوں نے ریاست میں قانون اور امن سے متعلق صورت حالات کے بدتر ہو جانے کے متعلق وسیع الزامات عائد کئے ہیں۔ ان کے بیان کے مطابق تمام قسم کے جرائم کی تعداد میں اس حد تک اضافہ ہو گیا ہے کہ ریاست میں ہر شخص کی زندگی خطرہ میں ہے۔

یہ امر حیران کن ہے کہ ریاست میں قانون اور امن سے متعلق حقیقی صورت حالات معلوم کئے بغیر ایک ایسے شخص نے جو سیاسی اعتبار سے ذمہ دار پوزیشن رکھتا ہے۔ ایسا بیان جاری کیا۔ جرائم کی تعداد میں اضافہ تو رہا ایک طرف ریاست میں صورت حالات قطعی طور پر بہتر رہا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے بالکل واضح ہو جائے گا۔

	۱۹۵۱-۵۲ء	۱۹۵۲-۵۳ء
ایسے تمام جرائم جن کے متعلق رپورٹ کی گئی	۳۸۵۰۹	۲۴۲۵۱
قتل کی وارداتیں	۶۱۳	۵۷۲
ڈکیتیاں	۶۴	۵۶
نقب زنی کی وارداتیں	۶۸۰۴	۵۹۲۲
رہزنی کی وارداتیں	۴۹۹	۳۶۸

ان اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنجاب میں قانون اور امن سے متعلق صورت حالات بدتر ہونے کی بجائے قطعی طور پر بہتر ہو گئی ہے۔ اطلاع نامہ کے لئے یہ امر قابل ذکر ہے کہ گذشتہ ایک سال کے دوران میں پنجاب پولیس کو خطرناک مجرموں کی ایک بہت بڑی تعداد کا قلع قمع کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ اب ان کی تعداد نظر انداز کئے جانے والی حد تک کم ہو گئی ہے۔ علاوہ ازیں ناجائز اسلحہ برآمد کرنے اور ناجائز کشید کردہ شراب کے خلاف بھی زبردست سرگرمی بدستور اعلیٰ پیمانہ پر رہی۔

شملہ مورخہ ۵۔ اگست ۱۹۵۲ء نمبر پی۔ آر = ۵۲/۱۶۱۵۱

(از محکمہ تعلقات عامہ پنجاب)

شری بھیم سین سچر چیف منسٹر پنجاب نے آزادی کی چھٹی سالگرہ کے موقعہ پر مندرجہ ذیل پیغام جاری کیا ہے:-

ہماری آزادی کی چھٹی سالگرہ پر میں اپنے پنجابی بھائیوں اور بہنوں کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ میرے پنجابی بھائی اس بات سے بہت مطمئن ہیں۔ کہ ہماری ریاست یقینی اور بتدریج ترقی کر رہی ہے۔ ہماری ترقی ہمہ گیر ہے۔ لیکن اس پیغام میں آپ کی گذشتہ کی کامیابیوں کو شمار کرنا میرا مقصد نہیں۔ آپ ان سے بخوبی آگاہ ہیں۔ اور دوسرے اصحاب ان کے متعلق لکھنے کو ہیں۔ اس مبارک دن پر میں صرف ایک ہی چیز پر زور دینا چاہتا ہوں یعنی سمجھ اور برداشت کی اہمیت۔ ہم ایک پیچیدہ قسم کی سوسائیٹی میں جی رہے ہیں۔ قدرتی اور دوسرے ذرائع کو انسانی خدمت کے لئے کام میں لانے کے علاوہ ہمیں بلند اعلیٰ سماجی تعلقات کا مقصد ہم سب میں ہم آہنگی اور باہم خیر خواہی پیدا کرنا ہے۔ ہم آہنگی اور خیر خواہی اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی۔ جب تک دوسروں کے احساسات کا پورا پورا لحاظ نہ رکھا جائے اور یہ امر دوسرے شخص کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کے لئے تیار رہنے اور دیانت دارانہ اختلاف رائے رکھتے ہوئے تبادلہ کرنے کے لئے برداشت کے جذبہ پر منحصر ہے۔ ہم میں ان دو صفات دوسرے کے نقطۂ نظر کو سمجھنے اور اختلاف رائے کو برداشت کرنے کے لئے جذبہ تحمل کی کمی ہے۔ جب ہم کسی شخص کی مخالفت پر اس لئے تل جاتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے ساتھ اختلاف رائے رکھتا ہے تو اسے بھی پورا حق ہے کہ وہ اسی وجہ سے ہمارے ساتھ ناراض ہو جائے۔ اور عموماً وہ اپنے اس حق کو استعمال بھی کرتا ہے۔ اس لئے ایک متواتر جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ اور ایسے حالات میں کوئی تعمیری کوشش کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اس وقت کی ضرورت تعمیری کوشش ہے۔ اور اسلئے ہمارے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم ایسے حالات پیدا کریں جن میں ایسی کوشش کرنا ممکن ہو۔ ہمیں باہم ایک دوسرے کو سمجھنے اور برداشت کرنے کی صفات اپنے آپ میں پیدا کرنی چاہئیں۔ ہماری تنگدلی اور مخالف کے نقطۂ نظر کو نہ سمجھ سکنا مصیبت ڈھاتا ہے۔ کیونکہ یہ ہمیں ایک دوسرے کے مقابلہ میں لا کھڑا کرتا ہے۔ تاہم وقت کی پکار یہ ہے کہ ہم سب مل کر کوشش کریں۔ کیا ہم ایسا نہیں کر سکیں گے؟ مجھے امید ہے کہ ہم ایسا کر سکتے ہیں۔ لیکن زیادہ امیدیں کچھ معنی نہیں رکھتیں۔ ہمارے اعمال ہمارے دعاوی کے مطابق ہونے چاہئیں ہم چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑتے ہیں اور اس احمقانہ لڑائی میں ہم سونے کا انڈہ دینے والی مرغی کو مار ڈالتے ہیں۔ اس لئے میں تمام پنجابی بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ انہیں باہمی بے اعتمادی اور نفرت کو ختم کرنا چاہیئے۔ اور ہماری محبوب ریاست کی خدمت میں دل و جان سے مل کر کام کرنا چاہیئے۔ اسی میں ہماری نجات ہے۔ باقی سب تباہی ہے۔ ہمیں کوئی ایسی بات نہ کہنی چاہئے اور نہ ہی کرنی چاہیئے۔ جس سے بھائیوں میں مصنوعی اختلافات پیدا ہونے کا احتمال ہو۔ یہ امر کافی تعجب انگیز ہے کہ ہمارے بعض افعال اسی نام کے ماتحت سرزد ہوئے ہیں۔ جس سے بہتر بھائیوں کے درمیان خوشگوار تعلقات پیدا کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔ ہم مذہب کے مقدس نام پر اور اس کے سایہ میں کئی گناہ اور سفاکانہ کارروائیاں کرتے ہیں۔ کب تک عوام انسانیت کے ان غدار دشمنوں کے ہاتھوں اپنی لوٹ کھسوٹ ہونے دیں گے۔ جو منظم سماجی زندگی کی جڑوں پر لگاتار کلہاڑا چلاتے رہتے ہیں۔ ہماری ریاست کو قائم ہوئے بہت ہی کم عرصہ ہوا ہے۔ اور اس کی صحت مندانہ ترقی کے لئے ہر قسم کی احتیاط کی ضرورت ہے۔ محبت نہ کہ نفرت۔ رواداری نہ کہ فرقہ دارانہ تعصب اور صداقت نہ کہ جھوٹ ہمارے لئے دلیل راہ ہونے چاہئیں۔ میری دعا ہے کہ ابدی روشنی بہتر، خوشتر اور نیک تر زندگی کے صحیح راستہ کی طرف پنجاب کی رہنمائی کرے۔

شملہ مورخہ ۱۱ اگست ۱۹۵۲ء۔ نمبر پی۔ آر = ۵۲/۱۶۴۶۷

مغربی پاکستان سے دستاویزات حاصل کرنے کا طریق کار

یہ بات پھر حکومت کے پنجاب کے نوٹس میں لائی گئی ہے۔ کہ اکھڑے ہوئے اشخاص کو ابھی تک معلوم نہیں کہ کسی خاص دستاویز کی نقل حاصل کرنے کے لئے کس سے درخواست کرنی چاہیئے۔ اس لئے عام اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ رجسٹرڈ دستاویزات کی نقول حاصل کرنے کے لئے انسپکٹر جنرل آف رجسٹریشن پنجاب جالندھر کو اور ولادت سے متعلقہ سرٹیفکیٹ متبنیٰ بنانے اور وراثت سے متعلقہ دستاویزات۔ اور فائل کردہ دستاویزات یا عدالتوں میں مقدمہ بازی کے دوران میں پاس کردہ احکام کی نقول کے لئے پاکستان میں ہندوستان کے ڈپٹی ہائی کمشنر ۱۴۴، اپر مال لاہور کو درخواستیں بھیجنی چاہئیں۔

شملہ مورخہ ۱۱ اگست ۱۹۵۲ء۔ نمبر پی۔ آر = ۵۲/۱۶۴۳۳

حضرت عبدالسلام صاحب کی کامیابی

یہ خبر خوشی سے سنی جائیگی کہ حضرت عبدالسلام صاحب ابن حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے امریکہ Dram and Drilling کی تعلیم کرکے نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کامیابی کو انکے لئے سارے خاندان کے لئے اور سلسلہ کے لئے بابرکت اور مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔ حضرت عبدالسلام صاحب امریکہ سے واپسی پر یورپ کے مختلف علاقوں سے احمدیہ مشنوں کو دیکھتے ہوئے واپس کراچی پہنچیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سفر کو مبارک کرے۔